انتخابِ صبا

مُرتّبہ

کاظِم علی خاں

اُتّر پردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ

سلسلۂ مطبوعات - ۵۸

انتخابِ صبا

وزیر علی صبا لکھنوی

مرتبہ

کاظم علی خاں

اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

© اترپردیش اردو اکادمی

انتخاب صبا

کاظم علی خاں

پہلا اڈیشن : ۱۹۸۲ء
تعداد : ۱۰۰۰
قیمت : ۴/۴۰ روپے

عزیز ایجاز خاں سکریٹری اترپردیش اردو اکادمی نے میسرس نامی پریس قطب الدین روڈ لکھنؤ ۳ سے چھپوا کر بلہرہ ہاؤس، قیصر باغ لکھنؤ ۱ سے شائع کی

پیش لفظ

اترپردیش اردو اکادمی نے کلاسکی ادب کے انتخابات کی اشاعت کا ایک جامع منصوبہ مرتب کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "انتخابِ صبا" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ مقامات کے لحاظ سے اردو شاعری کی دبستانوں میں تقسیم منطقی نقطۂ نظر سے صحیح ہے کہ نہیں۔ لیکن ہم جسے لکھنؤ کا دبستان شاعری کہتے آئے ہیں، وہ ہماری شعری روایات کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ اس دبستان کی تعمیر و تشکیل میں تلامذۂ ناسخ و آتش کی خدمات نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔

جن چند شعرا نے سلسلۂ آتش کو وقار و اعتبار بخشا، ان میں میر وزیر علی صبا کا نام بھی آتا ہے۔ ان کا کلام اب آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلاف کے کارناموں کے سیاق و سباق میں ہمارا تجزیہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ اکادمی کی درخواست پر جواں سال محقق و نقاد جناب کاظم علی خاں نے صرف کلامِ صبا کا جامع انتخاب نہیں کیا بلکہ حواشی لکھ کر اُسے حوالے کی ایک وقیع کتاب کا درجہ دے دیا۔

یقین ہے کہ اکادمی کی دوسری مطبوعات کی طرح اسے بھی حسنِ قبول ملے گا۔

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

اترپردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
۱۶ر جون ۱۹۸۲ء

مقدمہ

میر وزیر علی صبا میر بندہ علی کے فرزند، خواجہ حیدر علی آتش کے معروف شاگرد اور لکھنؤ کے باشندے تھے۔ صبا کے ماموں میر اشرف علی نے انھیں اپنا بیٹا بنایا تھا۔ صبا لکھنوی کو فرماں روائے اودھ واجد علی شاہ کے دربار سے دو سو روپے ماہوار اور نواب محسن الدولہ کی سرکار سے تیس روپے ماہوار ملتے تھے۔ باغات اور پرامیسری نوٹوں سے بھی کچھ رقم ملتی تھی۔ اس طرح صبا کی زندگی فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی اور وہ اپنی آمدنی میں سے ایک حصّہ ضرورت مندوں کی امداد، دوستوں کی تواضع اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں بھی صرف کرتے تھے۔ آغا حجو شرف نے اپنی مثنوی "افسانۂ لکھنؤ" میں صبا کے متعلق لکھا ہے ؎

جو سید وزیر علی تھے صبا　　فرشتہ وہ تھے اُن کو بخشے خدا
جہاں آشنا، باوفا، خوش چلن　　خوش اوقات و خوش باش، خوش پیرہن

میر ولد حسن فوق کا قطعہ تاریخ [غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ص ۱۹۴ تا ۱۹۵] بتاتا ہے کہ میر وزیر علی صبا نے گھوڑے سے گر کر ۲۷ رمضان ۱۲۷۱ھ مطابق چہار شنبہ ۱۳ جون ۱۸۵۵ء کی شب میں پچھلے پہر وفات پائی تھی۔ صبا محلہ شاہ گنج لکھنؤ کے قریب احاطۂ سنگی بیگ[1] میں اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے پہلو میں دفن ہوئے تھے۔ اب مسجد صبا تو باقی ہے لیکن مزارِ صبا کا نشان نہیں ملتا۔ اس صورتِ حال پر صبا کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نشان بھی نہ رہے گا مزار کا اپنے　　ترا ہی نام بس اے کردگار باقی ہے

مختلف مصادر کی ورق گردانی کے نتیجے میں صبا لکھنوی کے جن عزیزوں کا علم ہوا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) میر بادشاہ علی بقا لکھنوی [متولد ۱۸۴۷ء و متوفی چہار شنبہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۵ء]
یہ صبا کے فرزند اور مرزا سلامت علی دبیر کے داماد نیز شاگرد تھے[2]

(۲) میر عابد علی رسا [متوفی ۱۹۱۸ء] یہ بھی صبا کے بیٹے اور بقا لکھنوی کے چھوٹے

---

[1] احاطۂ سنگی بیگ لکھنؤ میر اکبر علی رنگین عرف میر سنگی کے نام سے آباد ہے۔ یہ عہد سودا میں تھے [خم خانۂ جاوید جلد سوم ص ۵۳۴]۔ صبا لکھنوی کے حالات متعدد تذکروں کے علاوہ گلِ رعنا، دبستانِ آتش، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری وغیرہ میں موجود ہیں۔

[2] بہ حوالہ: (۱) تلاشِ دبیر ص ص ۱۱۰ تا ۱۱۱ (۲) دبستانِ دبیر ص ص ۲۶۶ تا ۲۷۲

بھائی اور شاگرد تھے۔

(۳) حیدر حسین۔ یہ بھی صبا کے فرزند اور شاعر تھے۔ ان کا ذکر آغا حجو شرف کی مثنوی "افسانۂ لکھنؤ" میں موجود ہے [دبستانِ آتش ص ۱۷۹]

(۴) سیدہ مرتضیٰ بیگم۔ یہ صبا کی صاحب زادی اور مرزا حاتم علی مہر کی بہو تھیں۔[1]

(۵) صبا کی ایک اور صاحب زادی بھی تھیں جن کا عقد حکیم رضا حسین سہا لکھنوی سے ہوا تھا۔[2]

(۶) سخاوت علی ضیا۔ یہ صبا کے داماد یعنی سیدہ مرتضیٰ بیگم کے شوہر تھے۔

(۷) مرزا سلامت علی دبیر۔ یہ میر وزیر علی صبا کے سمدھی تھے۔ دبیر کی ایک بیٹی صبا کے بیٹے بقا لکھنوی سے منسوب تھیں۔

(۸) مرزا حاتم علی مہر۔ یہ بھی صبا کے سمدھی تھے۔ صبا کی صاحب زادی سیدہ مرتضیٰ بیگم کی شادی حاتم علی مہر کے فرزند سخاوت علی ضیا سے ہوئی تھی۔

(۹) میر بندہ علی۔ یہ صبا کے والد تھے۔[3]

(۱۰) میر اشرف علی۔ یہ صبا کے ماموں تھے اور انھوں نے صبا کو تبنیٰ بھی کیا تھا۔[4]

صبا لکھنوی کے شاگردوں کی فہرست میں مندرجہ ذیل شعرا شامل تھے:

(۱) آغا حسن آغا (۲) مرزا آغا حسن ازل (۳) حبیب اللہ تارک (۴) مہدی حسن بحر (۵) آغا جان حامد (۶) عبد البصیر حضور (۷) عبد الکریم حنا (۸) محمد اکبر خاور (۹) خوشوقت رائے خوشوقت (۱۰) علی محمد زاہد (۱۱) میر آغا زیب (۱۲) رضا حسین سہا (۱۳) عبد الواحد سیماب (۱۴) میر محمد رضا سیاح (۱۵) غلام عباس شرق (۱۶) عباس مرزا شمیم (۱۷) جوزف جوہانس صاحب (۱۸) مہدی علی خاں ضیاء (۱۹) علی حسین طرز (۲۰) واحد علی خاں عدم (۲۱) شہریار مرزا غیاث (۲۲) غلام مصطفیٰ فروغ (۲۳) ولد حسن فوق (۲۴) نصیر الدین قدر (۲۵) باقر علی تیس (۲۶) فضل احمد کیف (۲۷) حسن جعفر گلزار (۲۸) آغا سید محبت (۲۹) مرزا جان محمود (۳۰) مظفر خاں مضطر (۳۱) مرزا محمد عباس نجد (۳۲) نجف علی نجف (۳۳) انعام اللہ نجم

---

[1] [2] مضمون کاظم علی خاں مشمولہ نیا دور لکھنؤ جنوری ۱۹۸۰ء ص ۵۴

[3] [4] سخنِ شعرا طبع ۱۸۷۴ء ص ۲۷۶ نیز گلستان بے خزاں طبع ۱۸۷۵ء ص ۱۴۵

(۳۴) عبدالجلیل وحید (۳۵) سرفراز علی خاں وحید (۳۶) محمود علی وصف (۳۷) فصیح اللہ وفا (۳۸) مرزا مظفر علی ہنر[1]

میر وزیر علی صبا لکھنوی کا دیوان پہلی بار غنچۂ آرزو کے تاریخی نام سے ۲۵ رجب ۱۲۷۲ھ [مطابق ۲ اپریل ۱۸۵۶ء] کو بہ فرمائش مرزا آغا حسن آغا مطبع محمدی لکھنؤ سے زیر اہتمام محمد یعقوب انصاری نطق شائع ہوا تھا اور اس کی کتابت چیت رام نے کی تھی[2]۔ دیوان صبا کا تاریخی نام "غنچۂ آرزو" نظر بہ ظاہر خود صبا لکھنوی کے اس شعر سے ماخوذ ہے[3]

کھلا جام سے غنچۂ آرزو گلابی گل باغ عشرت ہوئی

محمد یعقوب انصاری نطق کا قطعۂ تاریخ بتاتا ہے کہ دیوان صبا ۱۲۷۱ھ میں مرتب ہوا تھا [غنچۂ آرزو طبع اول ص ۱۹۷][4]۔ غنچۂ آرزو طبع اول کی ضخامت ۲۰۰ صفحات، سطر بیس سطری اور ناپ ۱۷½ × ۲۷ سنٹی میٹر ہے۔ ہر صفحے پر متن کے چوگرد جدولیں ہیں۔ غزلوں پر ان کے نمبر اور تعداد اشعار کا اندراج گل بوٹوں کے نقش و نگار کے ساتھ ملتا ہے۔ کتابت صاف اور کاغذ خاصا دبیز ہے۔ اس میں ص ص ۲ تا ۱۹۱ صبا لکھنوی کی دو سو ستائیس (۲۲۷) اردو غزلیں ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں بعض اور نامکمل غزلیں یا متفرق اشعار بھی ہیں جن پر نمبر نہیں درج کیے گئے ہیں۔ ص ص ۱۹۲ تا ۱۹۳ میں صبا کی تین اردو رباعیاں ہیں۔ ص ۱۹۳ پر صبا کے چار قطعات تاریخ ہیں۔ ص ص ۱۹۳ تا ۱۹۷ میں وفات صبا پر گیارہ شاعروں کی تاریخیں ہیں۔ ص ۱۹۷ پر محمد یعقوب انصاری نطق کا فارسی

---

[1] تفصیلات کے لیے راقم الحروف کا مقالہ "تلامذۂ صبا لکھنوی" دیکھیے۔

[2] یہ تمام معلومات غنچۂ آرزو طبع اول کے سرورق نیز ص ۱۹۷ و ص ۱۹۹ کے مندرجات پر مبنی ہے۔

[3] غنچۂ آرزو طبع اول ص ۱۵۶

[4] یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ "سراپا سخن" طبع ۱۸۶۱ء ص ۴۱ میں صبا کو چھٹا دیوان بتایا گیا ہے۔ "سراپا سخن" چوں کہ اوائل ۱۲۶۹ھ میں مکمل ہوا تھا لہٰذا اوائل ۱۲۶۹ھ یا اس سے قبل ہی صبا لکھنوی کا دیوان مرتب ہو چکا ہوگا۔ لیکن دیوان کی اشاعت کے وقت اس میں ۱۲۶۹ھ کے بعد یعنی ۱۲۷۰ھ نیز ۱۲۷۱ھ کا کلام بھی شامل کر لیا گیا ہوگا۔ گویا "غنچۂ آرزو" میں وفات صبا ۲۷ رمضان ۱۲۷۱ھ تک کا کلام شامل ہے۔

نثر میں "خاتمہ الطبع" ہے جس کے آخر میں نطق کا ایک اُردو قطعۂ تاریخ بھی ہے۔ ص ص ۱۹۸ تا ۲۰۰ میں ۱۰ شاعروں کے اردو یا فارسی میں قطعات تاریخ ہیں جن سے دیوان صبا کے پہلے ایڈیشن کا سنہ انطباع ۱۲۷۲ھ مستخرج ہوتا ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اوّل کے اِس کمیاب نسخے کے لیے میں جناب ڈاکٹر نیر مسعود کا ممنون ہوں۔

غنچۂ آرزو کا دوسرا ایڈیشن محمد یعقوب انصاری کے زیر اہتمام ماہ صفر ۱۲۸۶ھ مطابق مئی جون ۱۸۶۹ء میں مطبع کارنامہ لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اور اس کا ایک نسخہ کتب خانہ ندوہ لکھنؤ میں میری نظر سے گزرا ہے۔

غنچۂ آرزو کا ایک اور ایڈیشن صبا لکھنوی کے فرزند میر بادشاہ علی بقا کی فرمایش پر محرم ۱۲۹۴ھ مطابق فروری ۱۸۷۷ء میں مطبع ثمر ہند لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ کلام صبا کے زیر نظر انتخاب کا متن غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء پر مبنی ہے مگر میں نے غنچۂ آرزو طبع رجب ۱۲۷۲ھ [۱ اپریل ۱۸۵۶ء] سے مقابلہ کر کے متن کی تصحیح کر دی ہے۔

غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء، طبع ۱۸۶۹ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں غزلیات پر اُن کے نمبر اور تعدادِ اشعار کے اندراج کا التزام ملتا ہے جسے زیر نظر انتخاب میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ انتخاب میں ہر غزل سے قبل داہنی جانب اُس کا نمبر اور بائیں جانب اُس غزل کے اشعار کی تعداد کے اندراج کے ساتھ ساتھ اِس بات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ وہ غزل غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں کس صفحے پر ملتی ہے۔ انتخاب میں تمام ۲۲۷ غزلوں کے منتخب اشعار کو شامل رکھا گیا ہے اور کوئی غزل چھوڑی نہیں گئی ہے۔ انتخاب میں مطلع و مقطع سمت صبا کی ہر غزل کے کم از کم پانچ اشعار ضرور شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں شامل تعلیقات و حواشی خاصی چھان بین سے لکھے گئے ہیں جو مطالعۂ کلامِ صبا میں معاون ثابت ہوں گے۔ حواشی میں حوالے کے لیے ہر غزل کا وہ نمبر درج ہے جس کے ماتحت وہ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء، طبع ۱۸۷۷ء یا زیر نظر انتخاب میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ غزل کے نمبر کے ماتحت ہر غزل کے حاشیوں کے نمبر الگ الگ سلسلوں میں ملیں گے۔

توقیتِ کلامِ صبا لکھنوی

میر وزیر علی صبا لکھنوی کی مندرجہ ذیل غزلوں کے بعض اشعار کی

تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا[1]۔ تالیف ۱۲۶۲ھ۔ ۱۸۴۶ء ص ۴۴۶ تا ۴۴۹ میں موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غزلیں اپنی ابتدائی شکل میں ۱۸۴۶ء یا اُس سے قبل کہی جا چکی ہوں گی؛

غزلیات نمبر: (۱) (۷۰) (۹۸) (۱۱۷) (۱۴۵) (۱۵۹) (۱۸۰) (۱۸۸) (۱۹۰) (۱۹۶)

گلستانِ بے خزاں تالیف[2] اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۴۶ میں صبا لکھنوی کی مندرجہ ذیل غزلوں کے اشعار کی موجودگی بتاتی ہے کہ یہ غزلیں اپنی ابتدائی شکل میں اواخر جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل معرضِ موجود میں آچکی ہوں گی؛

غزلیات نمبر: (۵۱) (۵۶) (۵۸) (۱۷۳) (۱۷۵) (۱۷۷) (۱۷۹) (۱۸۵) (۱۸۶) (۸۹) (۱۹۹) (۱۰۲)

صبا لکھنوی کی مندرجہ ذیل غزلوں کے اشعار کی سراپا سخن[3] تالیف اواخر ۱۸۵۲ء ص ۴۱، ص ۴۲، ص ۲۰۴، ص ۲۶۴، ص ص ۳۱۱/۳۱۲ نیز ص ۳۳۸ میں موجودگی سے پتا چلتا ہے کہ یہ غزلیں کسی نہ کسی شکل میں اواخر ۱۸۵۲ء یا اُس سے قبل کہی گئی ہوں گی؛

غزلیات نمبر: (۶۲) (۶۷) (۸۶) (۱۱۲) (۱۳۳)

مشاطۂ سخن: صفدر مرزا پوری ص ص ۲۶ تا ۲۸ سے انکشاف ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی کی غزلیات نمبر (۳) (۱۵) (۱۷۴) (۲۱۳) پر آتش لکھنوی نے اصلاحیں دی تھیں گویا صبا کی یہ غزلیں اپنی ابتدائی شکل میں آتش کی وفات چہار شنبہ ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء[4] سے قبل کہی جا چکی ہوں گی۔

بزمِ خیال: صفدر مرزا پوری ص ۱۰۷ کے بافہم مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۶۹) اپنی ابتدائی شکل میں آتش کی وفات ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل

---

[1] تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا: تالیف سعادت خاں ناصر۔ مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی طبع ۱۹۷۱ء

[2] گلستان بے خزاں: باطن۔ مطبع نول کشور لکھنؤ طبع جون ۱۸۷۵ء

[3] سراپا سخن: محسن۔ مطبع نول کشور لکھنؤ طبع ۱۸۶۱ء

[4] تذکرۂ ریاض الفردوس: تالیف محمد حسین خاں۔ مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل لاہور طبع ۱۹۶۸ء ص ۳۰ میں وفات آتش کی تاریخ ۲۵ محرم ۱۲۶۳ھ ملتی ہے جو چہار شنبہ ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء کے مطابق ہے

کہی جا چکی ہوگی۔ بعض قرائن سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غزل نمبر (۶۹) شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی گئی ہوگی [ان قرائن کی تفصیل آگے آئے گی]۔

صبا کی غزل نمبر (۱۱۸) کے مقطعے میں نسیم کی وفات پر اظہارِ غم سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا نے یہ غزل تلمیذِ آتش یعنی اپنے استاد بھائی پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی کی وفات ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء [بہ حوالہ دبستانِ آتش ص ۲۲۶] کے فوری بعد کہی ہوگی

صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۲۱۷) میں مندرجہ ذیل شعر شامل ہے:۔

آنکھیں صبا پُر آب ہیں اس نور کے لیے ۔۔ افسردہ دل ہیں آتشِ منفور کے لیے

اس شعر سے انکشاف ہوتا ہے کہ صبا کی غزل نمبر (۲۱۷) وفاتِ آتش چہار شنبہ ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء کے بعد کہی گئی ہوگی۔

صبا کی غزل نمبر (۱۰۳) کو امانت لکھنوی نے گلدستۂ امانت طبع ۱۸۸۶ء (ص ص ۹ تا ۱۲) میں مخمس کیا ہے۔ گلدستۂ امانت طبع اوّل ۱۲۶۹ھ میں چھپا تھا [بہ حوالہ گلدستۂ امانت طبع ۱۸۸۶ء ص ۲۸]۔ گویا صبا کی غزل نمبر (۱۰۳) گلدستۂ امانت طبع اوّل کے سنہ اشاعت ۱۲۶۹ھ سے قبل ہی معرضِ وجود میں آ چکی ہوگی۔

صبا کی غزل نمبر (۱۲۴) میں قیصر باغ لکھنؤ کی تعریف ملتی ہے۔ قیصر باغ لکھنؤ کی عمارتیں ۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۰ء کے دوران تعمیر ہوئی تھیں اور وہاں ۱۱ر شوال ۱۲۶۹ھ [سہ شنبہ ۱۹ر جولائی ۱۸۵۳ء] کو ایک میلے کی بنا ہوئی تھی [ہندی کتاب "واجد علی شاہ اور اودھ راج کا پتن" پریہ ورنا نند ص ۶۵ نیز فسانۂ عبرت: رجب علی بیگ سرور ص ۱۰۲]۔ ان امور سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیصر باغ کی تعریف میں صبا کی غزل نمبر (۱۲۴) شاید قیصر باغ کی تعمیر ۱۸۵۰ء کے بعد وہاں میلے کے آغاز ۱۹ر جولائی ۱۸۵۳ء کے آس پاس کہی گئی ہوگی۔ قیصر باغ واجد علی شاہ نے آباد کیا تھا۔ صبا لکھنوی دربارِ واجدی سے وظیفہ پاتے تھے لہٰذا واجد علی شاہ کے تعمیر کردہ قیصر باغ کی مدح میں صبا لکھنوی کی یہ غزل اُن کے دربارِ واجدی سے تعلق کی یادگار قرار دی جا سکتی ہے۔

رند لکھنوی کے دیوان گلدستۂ عشق [تالیف اواخر رجب ۱۲۵۸ھ مطابق اگست ۱۸۴۲ء[1]

---

[1] بہ حوالہ گلدستۂ عشق طبع جولائی ۱۸۸۴ء ص ۱۶۸

میں متعدد ایسی غزلیں ملتی ہیں، جو صبا لکھنوی کی غزلوں کی زمین میں ہیں اور رند و صبا کی ہم زمین غزلیں نظر بہ ظاہر طرحی مشاعروں کے لیے کہی گئی ہوں گی۔ رند کی یہ تمام غزلیں اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہیں۔ ان قرائن کی روشنی میں غزلیاتِ رند لکھنوی کی زمینوں میں ملنے والی صبا لکھنوی کی مندرجہ ذیل غزلیں نظر بہ ظاہر شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہوں:

غزلیات نمبر: (۶۵) (۶۹) (۷۲) (۸۹) (۹۷) (۱۰۰) (۱۴۱) (۱۶۵)

[صبا لکھنوی کی ان تمام غزلوں کی زمینوں میں رند لکھنوی کی غزلیں گلدستۂ عشق (تالیف اگست ۱۸۴۲ء) طبع جولائی ۱۸۸۴ء کے مندرجہ ذیل صفحات میں موجود ہیں: گلدستۂ عشق ص ص ۳۸ تا ۳۹، ص ۴۱، ص ۴۴، ص ۵۱، ص ۵۷، ص ۶۵، ص ص ۷۶ تا ۷۷]

صبا کی غزل نمبر (۱۲۱) کی زمین میں رند لکھنوی کا ایک سہ غزلہ رند کے دیوان دوم (ص ص ۱۸۲ تا ۱۸۴) میں موجود ہے اور رند کے اس سہ غزلے کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہ غزلہ "حسب الحکم بادشاہ جم جاہ واجد علی شاہ" کہا گیا تھا۔ واجد علی شاہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو اودھ کے بادشاہ ہوئے تھے [تواریخ اودھ (جلد اول): کمال الدین حیدر۔ مطبع منشی نول کشور کان پور طبع نومبر ۱۹۰۷ء ص ۳۸۵]۔ گویا رند لکھنوی [متوفی ۱۸۵۲ء] کا یہ سہ غزلہ واجد علی شاہ کے عہدِ حکومت کے دوران کسی طرحی مشاعرے کے لیے فروری ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء یا ۱۸۵۲ء تک کی درمیانی مدت میں کہا گیا ہوگا کیوں کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ مطابق ۵ فروری ۱۸۵۲ء کے چند ماہ بعد ہی رند فوت ہو گئے تھے [بہ حوالہ لکھنؤ کے چند نام ور شعرا جلد اول ص ص ۱۵۴ تا ۱۵۵]۔ ان قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ رند اور صبا کی یہ ہم زمین غزلیں شاید محولۂ بالا طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں گی۔ گویا صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۲۱) شاید فروری ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء تک کا کلام ہو سکتی ہے۔ صبا لکھنوی واجد علی شاہ کے دربار سے دو سو روپے ماہوار کا وظیفہ پاتے تھے اور وہ شاہی مشاعروں میں شریک ہوتے ہوں گے۔

صبا کی غزل نمبر (۱۲۶) کی زمین میں مشاعرۂ سراج الدولہ کے لیے رند لکھنوی کا ایک سہ غزلہ بھی ملتا ہے۔ یہ سہ غزلہ رند لکھنوی کے دیوان دوم (ص ص ۱۸۰ تا ۱۸۲) میں ہے۔ رند کے دیوان اول گلدستۂ عشق میں اگست ۱۸۴۲ء تک کا کلام شامل ہے اور اگست ۱۸۴۲ء کے بعد کا رند کا کلام دیوانِ دوم میں شامل ہے۔ رند کے دیوان دوم میں شامل سراج الدولہ کے مشاعرے

کے محولہ بالا سہ غزلے کے عنوان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہ غزلہ آتش لکھنوی کی فرمائش پر کہا گیا تھا۔ گویا صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۳۶) کی زمین میں رند لکھنوی کا یہ سہ غزلہ آتش کی وفات ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہا گیا ہوگا اور چوں کہ یہ سہ غزلہ رند کے دیوان دوم میں ہے لہٰذا یہ اگست ۱۸۴۲ء کے بعد کا کلام ہے۔ گویا صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۳۶) کی زمین میں رند کا یہ سہ غزلہ اگست ۱۸۴۲ء کے بعد مگر ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل سراج الدولہ کے مشاعرے کے لیے کہا گیا ہوگا۔ رند کے اس سہ غزلے کی زمین میں صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۲۶) بھی ستمبر ۱۸۴۲ء سے ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء تک کی درمیانی مدت میں کہی گئی ہوگی۔

صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۳۹) کی زمین میں خواجہ اسد قلق لکھنوی اور امداد علی بحر لکھنوی کی بھی غزلیں دست یاب ہوتی ہیں[1]۔ صبا، قلق اور بحر لکھنوی کی یہ ہم زمین غزلیں نظر بہ ظاہر کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں گی۔ بحر لکھنوی کی غزل کے مقطعے میں حسین آباد کے ذکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غزل عزاخانۂ حسین آباد لکھنؤ کی تعمیر کے بعد کہی گئی ہوگی۔ لکھنؤ کے مشہور عزاخانۂ حسین آباد کی بنیاد ۱۲۵۳ھ میں محمد علی شاہ نے اپنے عہد حکومت میں رکھی تھی [تلخیصِ تاریخ اودھ حصہ دوم ص ۴۸۲]۔ ان قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ امداد علی بحر کی مذکورہ غزل حسین آباد کی تعمیر ۱۲۵۳ھ کے بعد کہی گئی ہوگی اور بحر لکھنوی کی اس غزل کی زمین میں صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۳۹) بھی شاید ۱۲۵۳ھ کے بعد کا کلام ہوگی۔

میر وزیر علی صبا لکھنوی کی ان تمام غزلوں کی توقیت کی تصدیق مزید تحقیق ہی سے ہو سکتی ہے۔ غزلوں کے علاوہ کلیات صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء میں صبا کی ایک "مثنوی صیدیہ" بھی ملتی ہے۔ زیرِ نظر انتخاب کے محدود صفحات میں اس مثنوی کی گنجایش نہیں۔

غنچۂ آرزو طبع اوّل کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی کو اصنافِ سخن میں سے قصیدے، مخمس، مسدس، واسوخت اور مرثیے وغیرہ سے دل چسپی نہ تھی۔ دیوانِ صبا میں ان اصناف کا ایک بھی نمونہ موجود نہیں۔ اس دیوان میں غزل، رباعی اور قطعاتِ تاریخ کے ہی نمونے ملتے ہیں۔ صبا کی شاعرانہ صلاحیتوں کا سب سے بڑا حصہ غزلوں پر

---

[1] رک: (۱) مظہرِ عشق طبع ستمبر ۱۹۱۱ء ص ص ۱۳۳ تا ۱۳۴

(۲) ریاض البحر۔ مطبع مصطفائی لکھنؤ طبع ۱۲۸۵ھ ص ۱۶۷

صرف ہوا ہے۔ صبا کے استاد آتش نے بھی دوسرے اصناف سخن کے مقابلے میں غزل ہی کو زیادہ پسند کیا تھا۔ چنانچہ کلیاتِ آتش مطبع منشی نول کشور کان پور طبع اپریل ۱۸۸۸ء غزلوں کے علاوہ دوسرے اصنافِ سخن سے خالی ہے۔ دیوانِ صبا میں غزلوں پر غیر معمولی زور شاید آتش کی تقلید کا نتیجہ ہو۔ غنچۂ آرزو میں صبا لکھنوی کی غزلوں پر اُن کے استاد آتش کے اثرات کے نقوش واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ دیوانِ صبا کی ابتدائی دو غزلیں آتش کی ہی زمین میں ہیں [رک غنچۂ آرزو طبع اول ص ص ۲ تا ۳ نیز کلیاتِ آتش طبع ۱۸۸۸ء ص ۲۲۵ نیز ص ۴۸] آتش و صبا کی ان ہم زمین غزلوں کا تقابلی مطالعہ صبا پر آتش کے اثرات کا مظہر ہے۔ صبا نے اپنے استاد آتش کو اپنے اشعار میں کئی بار یاد کیا ہے: ؎

بیتِ ہستی کے صبا ہو گئے روشن معنی — خواجہ آتش سا زمانے میں جو استاد آیا [غنچۂ آرزو ص ۹۶]

شہرہ ہے صبا اب تو اپنی بھی فصاحت کا — آتش کے مقلد ہیں سحباں کسے کہتے ہیں [ص ۱۱۱]

آنکھیں صبا پر آب ہیں اس نور کے لیے — افسردہ دل ہیں آتشِ مغفور کے لیے [ص ۱۸۴]

صبا کی غزلوں میں مندرجہ ذیل نمایاں خصوصیات کو آتش کے اثرات کا نتیجہ قرار دینا غلط نہ ہوگا:

(۱) فقیری، قلندری اور درویشی کی شانِ استغنا (۲) تصوف سے دلچسپی (۳) اخلاقی مضامین (۴) تمثیلات (۵) بانک پن (۶) شوخی، رندی اور سرمستی کی کیفیت (۷) عشقیہ مضامین، معاملہ بندی، ہجر و وصال کے بیانات (۸) زبان و بیان میں سلاست، سادگی، چستی اور روانی (۹) روزمرہ اور محاورات (۱۰) ہندی الفاظ کا استعمال (۱۱) فرشتہ، حوریوں، پری، پری زاد اور دیو جیسے الفاظ سے دلچسپی (۱۲) رعایتِ لفظی (۱۳) کہیں کہیں درد میں ڈوبے ہوئے موثر اشعار (۱۴) روایتی شاعری کے ماتحت خیالی مضامین (۱۵) محبوب کے خارجی حسن، ملبوسات نیز اس کے آرائش اور زیبائش کے سامان کا بیان۔

اس سلسلے میں نمونے کے طور پر صبا کے محض چند اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

سر پہ احسان لیں امیروں کا — ہم فقیروں کا یہ دماغ نہیں [غنچۂ آرزو ص ۹۷]

جمشید اپنے وقت کا ہوں میں فقیر مست — جامِ جہاں نما ہے پیالہ سفال کا (ص ۱۱)

جب مجھے اپنی حقیقت کھل گئی — جز سے کل، قطرے سے دریا ہو گیا (ص ۹)

اٹھ گیا دیدۂ دل سے جو دوئی کا پردا — ایک ہی نور ہوا ارض و سما سے پیدا (ص ۲)

ہو کر اسیرِ باغِ عدم سے ہم آئے ہیں — رشتہ نہیں حیات کا ڈورا ہے جال کا (ص ۱۱)
کون سی جا نہیں وہ جلوہ کناں رہتا ہے — پر کوئی کہہ نہیں سکتا کہ یہاں رہتا ہے (ص ۱۵۷)
ایک ہی نور کا زمانے میں — سو طرح سے ظہور ہوتا ہے (ص ۱۴۵)
نادان ہیں جو رکھتے ہیں امید کسی سے — جز ذاتِ خدا کوئی کسی کا نہیں ہوتا (ص ۱۶)
رہنے والے تھے یہ نادان کہ جانے والے — خاک سمجھے نہ مکانوں کے بنانے والے (ص ۱۸۷)
یہ ہم جلیس یہ ہم دم ہیں بزمِ ہستی تک — لحد میں کوئی کسی کا شریکِ حال نہیں (ص ۱۰۵)
نقش بر آب ہیں سب تاج و نگیں شاہوں کے — کس کا دنیا میں سدا نام و نشاں رہتا ہے (ص ۱۵۷)
ہنس کر گلوں کی طرح گلستانِ دہر میں — عمرِ دو روزہ کیجیے برباد کس لیے (ص ۱۳۱)
مر گئے پر نہ دیا اُن کو کفن گردوں نے — زندگی میں جو پہنتے رہے جوڑا کیا کیا (ص ۵)
سرکش کوئی ہو کر کبھی برپا نہیں ہوتا — انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا (ص ۱۶)
دنیائے بدنہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ — انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ (ص ۱۲۴)
فیضِ صحبت سے بزرگوں کے ہے خردوں کو فروغ — قطرہ بنتا ہے گہر واصلِ دریا ہو کر (ص ۵۶)
دیکھ لیں گر مرے اشکوں کے شرارے دریا — خشک برسات میں ہوں خوف کے مارے دریا (ص ۱۸)
اے صبا جذب پہ جس دم دلِ ناشاد آیا — لے کے آغوش میں اُڑ کر وہ پری زاد آیا (ص ۴)
کون ہو جامہ دری کا مانع — ہاتھ میرا ہے گریباں میرا (ص ۱۷)
حلق زاہد کا جو روزے میں بہت خشک ہوا — دامنِ تر مرا لے لے نچوڑا کیا کیا (ص ۵)
کون سنتا ہے تری جوشِ جنوں میں واعظ — خضر بھی آئیں تو ہم راہ بتا دیتے ہیں (ص ۹۴)
کوچۂ عشق کی راہیں کوئی ہم سے پوچھے — خضر کیا جانے غریب اگلے زمانے والے (ص ۱۸۸)
نکلیں کہیں اماطۂ وہم و گماں سے ہم — باز آئے اس زمین سے اس آسماں سے ہم (ص ۸۲)
بہار آئے الٰہی چمن پری ہو جائے — یہ زرد زرد ہر اک شے ہری ہری ہو جائے (ص ۱۸۱)
ناصحا پند مجھ سے وحشی کو — اُس کو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو (ص ۱۱۸)
ہوتا ہے مجھے بادہ کشی کے لیے ارشاد — کیا بات ہے اے پیرِ خرابات تمھاری (ص ۱۵۱)
اے واعظو دیکھو جو خطِ عارضِ جاناں — رکھتی رہے سب طاق پہ مشکات تمھاری (ص ۱۵۱)
نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہے — جنوں کا جوش ہے فصلِ بہار باقی ہے (ص ۱۶۳)
زاہد کو رہے خمِ پیرِ مغاں دور رہے — آمد و رفت سے اندھے کی کنواں دور رہے (ص ۱۶۷)

لائیے پلوائیے جام شراب — دیکھیے بدلی وہ آئی و دیکھیے (ص ۱۷۸)

اچھا ہوا جو ہو گئے وحدت پرست ہم — فتنہ گیا، فساد گیا، شور و شر گیا (ص ۲۷)

قہر ہے قتلِ عام کرتے ہیں — ترک ترکی تمام کرتے ہیں (ص ۸۸)

ان بتوں سے سوائے نقصاں کے — خاک بھی ہم کو فائدہ نہ ہوا (ص ۱۹)

گر محبت کا دل میں داغ نہیں — خانۂ کعبہ میں چراغ نہیں (ص ۹۷)

جفا و جور کا شکوہ نہیں کیا جاتا — نہیں نہیں ہمیں کچھ آپ سے ملال نہیں (ص ۱۰۵)

بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی — لیجیے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دل میں (ص ۱۱۱)

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں — ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی (ص ۱۳۱)

بلبل کہاں، بہار کہاں، باغباں کہاں — وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گزر گیا (ص ۲۶)

وہ نیک ہیں کہ بدی کی طرف خیال نہیں — کسی طرح کا کسی سے کبھی ملال نہیں (ص ۱۰۴)

دل میں اک درد اٹھا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے — بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیے کیا یاد آیا (ص ۴)

صبا لکھنوی نے اپنے غزلیہ اشعار میں بعض ایسے نامانوس الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جو غزل کے مزاج و مذاق سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مگر کلامِ صبا کے اس پہلو کو نظر انداز نہ کرتے ہوئے اس سلسلے میں بعض مثالیں پیش ہیں:

بازاریوں = ع۔ بازاریوں سے مفت میں قصہ بڑھے نہیں (غنچۂ آرزو طبع اول ص ۹۹)

بانبیوں = ع۔ نکل کر سانپ اپنی بانبیوں سے کیچلی ڈالیں (ص ۱۱۶)

بڑاتے = ع۔ مردے خوابِ مرگ سے اٹھیں گے بڑاتے ہوئے (ص ۱۳۶)

بکھیڑا = ع۔ ہم عاشقوں میں اور بکھیڑا سوا ہوا (ص ۹۹)

بندھوا = ع۔ بندھوا ہے ان کے گیسوؤں کے بال بال (ص ۱۱)

پٹیتی = ع۔ خوبِ رضواں سے پٹیتی ہو بسِ مرگ اے حور (ص ۱۶۵)

پوٹ = ع۔ پوٹ گردِ ملال کی ہوتی (ص ۱۳۳)

تگرگ بار = ع۔ جو گلفشانی کی جا ہے تگرگ بار چراغ (ص ۷۲)

تمیاتے = ع۔ دیکھے ہیں کیا کیا سنہری رنگ تمیاتے ہوئے (ص ۱۳۶)

توڑ = ع۔ کیا توڑ پر خزاں میں مرا سیلِ اشک ہے (ص ۹۹)

توڑا = ع۔ ندیدہ گل کا نہ ہوا باغ میں توڑا کیا کیا (ص ۵)

تھوتھانے = ع۔ منہ تھوتھانے سے ترے، دم مرا گھبراتا ہے (ص ۱۸۸)

تھوتھائیے = ع۔ بوسے کے مانگنے پہ نہ یوں منہ تھوتھائیے (ص ۱۷۵)

تھڑجیوں = ع۔ اِن تھڑجیوں کے خاک کبھی دل بڑھے نہیں (ص ۹۸)

جہل خانہ = ع۔ ہر اک حلقہ ہے کالا جہل خانہ زلفِ شکنوں کا (ص ۱۳۰)

جھک پڑنا بہ معنی متوجہ ہونا = ع۔ اک بار جھک پڑے گی جو فوجِ خزاں تمام (ص ۸۱)

جھومر بہ معنی جھرمٹ، بھیڑ = ع۔ رہتا ہے پریوں کے جھومر میں سلیماں آج کل (ص ۸۰)

چبلّی = ع۔ بات اب تک ہے چبلّی یہ لڑکپن کب تک (ص ۷۶)

چٹھیاں پڑنا = ع۔ چٹھیاں پڑتی ہیں یوسف کے خریداروں میں (ص ۹۶)

چرتّر = ع۔ دیکھتا ہوں یہ چرتّر یہ بہانہ کب تک (ص ۷۶)

ع۔ اے بتِ پُرفن تجھے کیا کیا چرتّر یاد ہیں (ص ۸۴)

چغد = ع۔ غافلو یہ چغد کے نالوں سے آتی ہے صدا (ص ۸۴)

چقّر = ع۔ پانی کی جا لہو سے ہیں چقّر بھرے ہوئے (ص ۱۴۰)

دوچنداں = ع۔ روشنی چاند میں سورج سے دوچنداں ہو جائے (ص ۱۴۰)

دونا = ع۔ نیمچہ قاتل کا دونا ہو گیا (ص ۱۰)

ڈانواں ڈول = ع۔ چاہ میں یوسفِ مقصد کی ہے دل ڈانواں ڈول (ص ۷۷)

ڈھئی = ع۔ دونوں ڈھئی دیے ہیں ترے آستان پر (ص ۶۴)

ع۔ نہیں ایسی ڈھئی دے کر پڑے ہیں (ص ۱۵۵)

ذرّہ بہ معنی کچھ بھی = ع۔ ذرّہ بھی نہیں ہے زرِ قاروں کی یہاں قدر (ص ۷۸)

رمد آشوبِ چشم = ع۔ رمد میں آنکھوں کو جیسے ہونا گوارا چراغ (ص ۷۲)

رندھ = ع۔ رندھ گیا پس گیا مٹی ہوا پامال ہوا (ص ۶)

سکورے = ع۔ وہ تیرہ دل ہوں سکورے بنیں گے کاجل کے (ص ۷۲)

سنسیوں = ع۔ سنسیوں سے کوئی کھینچے جو زبانِ واعظ (ص ۷۱)

عور = ع۔ کروں میں عور جو فکرِ لباس، سرما میں (ص ۱۳۴)

کچوہ = ع۔ خون تمام جسم کا دم میں ہوا ہرا کچوہ (ص ۷۹)

کدر = ع۔ ممکن نہیں صفائے دلی اس کدر کے ساتھ (ص ۱۲۴)

کڑکا۔ ع ۔ یا الٰہی کہیں واعظ کا ہو کڑکا موقوف (ص ۷۶)

کسیلے۔ ع ۔ کیا کسیلے ہیں جوانانِ چمن کے ہاتھ پاؤں (ص ۹۵)

گڑوے۔ ع ۔ گڑوے لے کر آئیں گلرو ناچتے گاتے ہوئے (ص ۱۳۶)

گھمڈا۔ ع ۔ گھمڈا ہوا ایسا مری آہوں کا دھواں ہے (ص ۱۶۹)

مجعد۔ ع ۔ مشک نافے سے تری زلفِ مجعد مل جائے (ص ۱۶۵)

محاق۔ ع ۔ کہیے چھپا ہے چاند محاقِ حجاب میں (ص ۸۳)

یوحنیٰ۔ ع ۔ یوحنیٰ بنا، جو سانپ کہن سال ہو گیا (ص ۲۵)

کلامِ صبا متعدد نامانوس الفاظ کے سلسلے میں لغت نویسوں کے لیے سند بننے کی اچھی صلاحیت رکھتا ہے مگر ان الفاظ کے پھیر میں اشعار بے مزہ ہو جاتے ہیں اور نامانوس الفاظ کے لیے لغات کی ورق گردانی کرنا پڑتی ہے۔ نامانوس الفاظ کے علاوہ کلامِ صبا کی قابلِ لحاظ مقدار رعایتِ لفظی سے بھی خالی نہیں۔ دیوانِ صبا سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں: ؎

یارانِ رفتگاں کے لیے خاک اڑاتے ہیں — پیچھے پڑے ہیں گردِ پسِ کارواں سے ہم (ص ۸۳)

کٹ گئے مارے خجالت کے جوانانِ چمن — باڑھ پر قد جو ترا اوستم ایجاد آیا (ص ۴)

لکھے کی کیا خبر تھی یہ کون جانتا تھا — لیلیٰ کے ساتھ پڑھ کر مجنوں خراب ہوگا (ص ۶)

وصل مقصود جو تھا یارِ کماں ابرو سے — اثرِ تیرِ دعا کے لیے چلّا کھینچا (ص ۸)

چاندنی کی سیر اور غیروں کے ساتھ — اے قمر یہ کیا طریقا ہو گیا (ص ۱۰)

ایک شب گر رخِ جاناں سے کرے کب ضیا — روشنی چاند کی سورج سے دو چنداں ہو جائے (ص ۱۴۰)

چاہ میں یوسفِ مقصد کی ہے دل ڈانواں ڈول — کنوئیں جھکوائیں گے انبالے زمانہ کب تک (ص ۷۸)

کلامِ صبا میں رعایتِ لفظی کی قابلِ لحاظ مقدار کے باعث صبا کا یہ قول قابلِ قبول نہیں: ؎

اے صبا آپ رعایت نہ کریں لفظوں کی — زرِ گل پایا جو گلچیں نے تو کیا مال ہوا (ص ۷)

صبا نے بعض اور اشعار[1] میں بھی شعر و سخن کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے: ؎

مضموں ہو جیسا ویسا ہی اس کا لباس ہو — کالے کی کھچلی کو کہوں میں قبائے زلف (ص ۷۳)

جس کا مطلب صاف ہے اس بات کی کیا بات ہے — شعر وہ کہیے ادھر پڑھیے ادھر مشہور ہو (ص ۱۲۳)

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے اردو شعرا کا تنقیدی شعور: ڈاکٹر ممتاز احمد پٹنہ طبع ۱۹۷۲ء ص ۵۶، ص ۸۰، ص ۱۰۵، نیز ص ۱۷۵

مضمون پیچ دار ہیں مکروہ اے صبا اشعار ہر زمین میں ہیں عاشقانہ فرض (ص ۷۱)

غنچۂ آرزو طبع اوّل، طبع ثانی نیز طبع ۱۸۷۷ء وغیرہ میں پ، ٹ، چ، ڈ، ذ، ڑ، ط نیز ع کی ردیفوں کی غزلیں موجود نہیں۔ دیوان میں اِن ردیفوں کی غزلوں کی عدم موجودگی سے شبہ ہوتا ہے کہ صبا کا کچھ نہ کچھ کلام شاید دیوان میں شامل نہ ہُوا ہو۔ صبا کا اِن ردیفوں میں غزلیں کہنا خارج از امکان نہیں۔ دیوانِ صبا کے قلمی نسخوں کا جائزہ لے کر ایسا کلام تلاش کرنا چاہیے جو مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں۔ کتب خانہ ندوہ لکھنؤ میں میری نظر سے دیوانِ صبا کے دو عدد قلمی نسخے گزرے ہیں۔ اِن میں صبا کا فاضل کلام تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مشاطۂ سخن مرتبہ صفدر مرزاپوری (ص ۲۶) کے مطالعے سے صبا لکھنوی کی ایک ایسی غزل کا علم ہوتا ہے جو غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء، طبع ۱۸۶۹ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں موجود نہیں ہے۔ مشاطۂ سخن میں صبا کی اِس غیر متداول غزل کا آتش کی اصلاح سے مزین صرف یہ ایک شعر ملتا ہے جو غنچۂ آرزو طبع اوّل وغیرہ پر اضافہ ہے:

پر کتر کر مجھے کہتا ہے کہ گلشن سے نکل ایسی بے پر کی اُڑاتا نہ تھا صیّاد کبھی

یہ شعر بزمِ خیال از صفدر مرزاپوری (ص ۹۵) میں بھی صبا سے منسوب ملتا ہے۔ اِس شعر کو صبا لکھنوی کا کلام مانا جائے یا الحاقی قرار دیا جائے؟ اِس سوال پر مزید تحقیق کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

عہدِ صبا میں "قصیدہ طور" طویل غزلیں بلکہ دو غزلے اور سہ غزلے کہنے کا رواج لکھنؤ میں عام تھا مگر غنچۂ آرزو اِس خامی سے بڑی حد تک پاک ہے۔ غنچۂ آرزو کی بیش تر غزلیں طویل نہیں۔ تلاش کرنے پر غنچۂ آرزو میں بہ تفصیل ذیل صرف اُنیس (۱۹) ایسی طویل غزلیں ملتی ہیں جو ۲۲ یا ۲۳ سے زائد اشعار کی حامل ہیں:

تعدادِ اشعار ۲۳ = غزلیات نمبر (۴) (۱۹۲) (۲۲۰)

تعدادِ اشعار ۲۴ = غزلیات نمبر (۹) (۷۹) (۱۲۵) (۲۰۱)

تعدادِ اشعار ۲۵ = غزلیات نمبر (۶۴) (۱۴۵)

تعدادِ اشعار ۲۶ = غزلیات نمبر (۳۳) (۲۱۴) (۲۱۷)

تعدادِ اشعار ۲۷ = غزل نمبر (۴۵)

تعدادِ اشعار ۲۸ = غزلیات نمبر (۱۶۷) (۱۹۳) (۲۰۲)

تعدادِ اشعار ۳۰ء غزلیات نمبر (۱۴۷) (۱۹۶)

تعدادِ اشعار ۳۱ء غزل نمبر (۱۹۹)

اِن اعداد و شمار سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ دیوانِ صبا کی ۲۲۷ غزلوں میں طویل غزلوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔

مطبوعہ دیوانِ صبا کا متداول نسخہ ۱۲۷۱ھ [۵۵-۱۸۵۴ء] میں مرتب ہوا تھا۔ [گنجِ آرزو طبع اوّل ص ۱۹۷]۔ دیوانِ صبا کا سالِ ترتیب ۱۲۷۱ھ ہی صبا کا سنہ وفات ہے۔ ۱۲۷۱ھ میں مرتب ہونے والے اِس دیوان کے بعض اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی نے یہ شعر ضعیفی کے دور میں کہے تھے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا اپنی وفات رمضان ۱۲۷۱ھ مطابق جون ۱۸۵۵ء کے وقت عمر کی اُس منزل تک ضرور پہنچ چکے تھے جسے بڑھاپا کہتے ہیں۔ اگر بڑھاپے سے ساٹھ باسٹھ سال مراد لیں تو صبا لکھنوی کی ولادت ۱۷۹۳ء کے آس پاس قیاس کی جا سکتی ہے۔ سفینۂ غزل مرتبہ سید محمد عباس تاج کمپنی کراچی طبع مئی ۱۹۵۸ء (ص ۳۳۴) میں صبا لکھنوی کا سنہ ولادت ۱۷۹۳ء درج کیا گیا ہے لیکن کسی دوسرے مستند ماخذ سے اِس کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے البتہ دیوان صبا کے مندرجۂ ذیل اشعار سے اِس بات کا اظہار ضرور ہوتا ہے کہ یہ اشعار صبا نے اپنی ضعیفی کے دور میں کہے تھے اور جون ۱۸۵۵ء میں وفات کے وقت صبا کی عمر پیری کی سرحدوں میں قدم رکھ چکی تھی: ؎

(۱) شباب کی سی کہاں جھانک تاک پیری میں ۔ یہ آنکھیں ہیں وہی لیکن وہ دیکھ بھال نہیں (ص ۱۰۵)

(۲) عالمِ پیری میں اے دل خاکساری چاہیے ۔ کیا حلاوت بخشتی ہے یہ شکر اِس شیر میں (ص ۱۰۶)

(۳) جوش و خروش عالمِ پیری نے کھو دیا ۔ ہے ہے کہاں سے لائیے وہ دن شباب کے (ص ۱۷۲)

(۴) ہم اپنے حال پہ روتے ہیں اب ضعیفی میں ۔ خوشا وہ عہد کہ طفلی رہی شباب رہا (ص ۲۴)

(۵) عودِ پیری میں جوانی بھی کہیں کرتی ہے ۔ کیا دعا کیجیے دم صبح پئے رجعتِ شب (ص ۴۳)

(۶) جو زندگی ہے تو اِک دن یہ حال ہونا ہے ۔ نہ چشمِ کم سے ضعیفوں کو نوجوان دیکھیں (ص ۹۶)

(۷) ہوئے پیر اب داغِ اُلفت کہاں ۔ سحر ہو گئی شمع رخصت ہوئی (ص ۱۵۶)

محولۂ بالا اشعار میں ساتواں شعر اُس غزل میں شامل ہے جس غزل کا ایک شعر تذکرۂ گلستانِ بے خزاں [تالیف ۱۸۴۹ء] ص ۱۴۶ میں بھی درج ملتا ہے ۔۔۔

لہٰذا اِس غزل کا زمانۂ تخلیق ۱۸۴۹ء سے قبل متعین ہوتا ہے۔ گویا ۱۸۴۹ء یا اس سے قبل ہی صبا پیری کی سرحدوں میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ اگر صبا کا سالِ ولادت ۱۷۹۳ء قابلِ قبول ہو تو ۱۸۴۹ء میں صبا کی عمر کم و بیش ۵۶ سال رہی ہوگی۔

صبا لکھنوی کے متعدد اشعار ادبی معرکہ آرائی کے لیے بنیاد بنے تھے۔ اِس ادبی معرکے کی تفصیل مندرجہ ذیل مصادر میں موجود ہے:

(۱) شعر الہند (حصہ دوم): مولانا عبدالسلام ندوی۔ طبع ۱۹۵۴ء ص ۴۔

(۲) اردو کے ادبی معرکے: ڈاکٹر محمد یعقوب عامر۔ طبع ۱۹۸۲ء ص ۴۰۳ تا ۴۰۶۔

(۳) رسالہ نقوش لاہور، ادبی معرکے نمبر حصہ دوم۔ ماہ ستمبر ۱۹۸۱ء ص ۵۴۶ تا ۵۴۸۔

صبا لکھنوی کے جو اشعار ادبی مباحثے کا موضوع بنے ان میں سے بعض درجِ ذیل ہیں اشعار کے سامنے برائیکٹ میں غنچۂ آرزو طبع اول کے صفحات بھی درج کیے گئے ہیں:

۱۔ پئے گلگشت جو وہ طفلِ دلستاں ہو جائے۔ بوستاں دفترِ اوراقِ پریشاں ہو جائے (ص ۱۳۹)

۲۔ موجدِ گلشن ہے تاثیر بیانِ عندلیب۔ ہے نموئے نخلِ گل نوکِ زبانِ عندلیب (ص ۴۱)

۳۔ کو لہو میں گردشِ نگہِ یار سے پسا۔ تل تیل ہو کے بہہ گیا چشمِ غزال کا (ص ۱۱)

۴۔ شیریں لبوں کے عشق میں اے گردشِ نصیب۔ کو لہو میں عضو تن نہ پڑیں نیشکر کی طرح

[یہ شعر غنچۂ آرزو طبع اول میں تلاش کے باوجود نہ ملا]

۵۔ کس بس سے کہتا ہوں میں اُن سے دمِ رخصت۔ [لو] جاؤ تم اللہ نگہدار تمھارا (ص ۲۲)

۶۔ یہ ہم جلیس یہ ہم دم [ہیں] بزمِ مستی تک۔ لحد میں کوئی کسی کا شریکِ حال نہیں (ص ۱۰۵)

۷۔ ہوئی اِس قدر مجھ کو منظورِ دید۔ رُخِ یار کا مردمک تل ہوئے (ص ۱۳۷)

۸۔ عشقِ یوسف نے یہ کی خانہ خرابی برپا۔ ٹھوکریں کھاتی زلیخا سرِ بازار پھری (ص ۱۵۲)

کاظم علی خاں
لکچرر شعبۂ اردو شیعہ ڈگری کالج، لکھنؤ

لکھنؤ مورخہ ۳ مئی ۱۹۸۲ء

الف

تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۲ تا ۳

(۱)

آبرو کی جو صفاتِ فقرا سے پیدا — صورتِ وصل ہوئی ذاتِ خدا سے پیدا
گوشِ دل سے نہ سنا قافلے میں یوسف نے — تھی زلیخا کی صدا بانگِ درا سے پیدا
چار دن کے لیے کیا کیا نہ ہوا دنیا میں — خاک سے آب سے آتش سے ہوا سے پیدا
اٹھ گیا دیدۂ دل سے جو دوئی کا پردہ — ایک ہی نور ہوا ارض و سما سے پیدا
آئنہ بن کے رخِ یار کا جلوہ دیکھا — خوب صورت ہوئی اس دل کی صفا سے پیدا
الفتِ کعبۂ مقصود نے صورت پکڑی — شکلِ محراب ہوئی دستِ دعا سے پیدا

اے صبا دیکھ کے جلوہ چمنِ عالم کا
حالتِ وجد ہے ہر موجِ ہوا سے پیدا

تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ص ۳ تا ۴

(۲)

نہایت جوش پر دریا ہے اپنی طبعِ موزوں کا — جہاں میں شور ہے طوفانِ آبِ دُرِّ مضموں کا
میں شاعر ہوں مرا اے جان اس پر دم نکلتا ہے — بہت اعلا ہے یہ مصرع تمہارے قدِ موزوں کا
ملایا خاک میں گردوں نے کس کس نام آور کو — نشاں ملتا نہیں ہے قبرِ جمشید و فریدوں کا
دلِ سودا زدہ اپنا، نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا — ہر اک حلقہ ہے کالا جہل خانہ زلفِ شبگوں کا

صبا حیران ہیں ہم اک بتِ خود بیں کے ہاتھوں سے
مکدر آئنہ رہتا ہے اپنی طبعِ مفتوں کا

تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ۴

(۳)

اے صبا جذب پہ جس دم دلِ ناشاد آیا — اپنے آغوش میں اڑ کر وہ پری زاد آیا
چشمِ موسیٰ ہمہ تن بن گیا میں حیرت سے — دیکھا اک بت کا وہ عالم کہ خدا یاد آیا
عاشقوں سے نہ رہا کوئی زمانہ خالی — کبھی وامق کبھی مجنوں کبھی فرہاد آیا
دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے — بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیے کیا یاد آیا

بیتِ ہستی کے صبا ہو گئے معنی روشن
خواجہ آتش سا زمانے میں جو استاد آیا

(۴)

تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۴ تا ۵

تو سنِ طبع کو کرتا ہوں میں کوڑا کیا کیا
ایک اک گام پہ پٹتا ہے یہ گھوڑا کیا کیا

اہلِ دولت سے کوئی نزع میں اتنا پوچھے
ساتھ کیا کیا لیا اس وقت میں چھوڑا کیا کیا

سوزشِ دل سے ہے اُف اُف شبِ تنہائی میں
ہائے رہ رہ کے تپکتا ہے یہ پھوڑا کیا کیا

مر گئے پر نہ دیا اُن کو کفن گردوں نے
زندگی میں جو پہنتے رہے جوڑا کیا کیا

کیوں نہ ہو جائیں زمانے میں ہزاروں دریا
ہم نے رو رو کے ہے دامن کو نچوڑا کیا کیا

حلق زاہد کا جو روزے میں بہت خشک ہوا
دامنِ تر مرا لے لے کے نچوڑا کیا کیا

بارہا روحِ سکندر کو دیے ہیں صدمے
آئنے سے بھی ہے منہ یار نے موڑا کیا کیا

ہے جلو دار صبا خاکِ مجھ آوارہ کی
آج کف لائے گا اُس ترک کا گھوڑا کیا کیا

(۵)

تعدادِ اشعار ۲۳ ص ص ۵ تا ۶

آیا جو موسمِ گل تو یہ حساب ہوگا
ہم ہوں گے یار ہوگا، جامِ شراب ہوگا

اے چرخِ پیر اب تو یہ حال ہے ستم کا
کیا ہوگا جن دنوں میں تیرا شباب ہوگا

زلفوں کا عشق کیوں کر اُن سے بیاں کروں گا
حالِ دلِ پریشاں گونگے کا خواب ہوگا

فرقت میں ضبطِ نالہ ہم سے نہ ہو سکے گا
قابو میں دل نہ ہوگا جب اضطراب ہوگا

لکھے کی کیا خبر تھی، یہ کون جانتا تھا
لیلیٰ کے ساتھ پڑھ کر مجنوں خراب ہوگا

ایمان تم صبا کا اُس وقت دیکھ لینا
آنکھوں میں دم لبوں پہ یا بوتراب ہوگا

(۶)

تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۶ تا ۷

اُن کی رفتار سے دل کا عجب احوال ہوا
زندہ گیا پس گیا مٹی ہوا پامال ہوا

اس بکھیڑے سے الٰہی کہیں چھٹکارا ہو
عشقِ گیسو نہ ہوا جان کا جنجال ہوا

دولتِ فقر ہو، اے منعمو اور کملی ہو
فخر کیا ہے جو دو شالہ ہوا رومال ہوا

لامکاں تک کہیں ٹھہرا نہ مرا پائے خیال
مزرعِ سبزِ فلک بیچ میں پامال ہوا

اے صبا آپ رعایت نہ کریں لفظوں کی
زرِ گل پایا جو گلچیں نے تو کیا مال ہوا

(۷) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۷ تا ۸

آپ کو یاسنے عشاق سے اتنا کھینچا
حشر تک وعدۂ دیدار نے عرصا کھینچا

وصل مقصود جو تھا یارِ کماں ابرو سے
اثر تیرِ دعا کے لیے چلّا کھینچا

کس قدر بزم میں اغیار سے مل کر بیٹھے
کیا شکنجے میں مجھے آپ نے بے جا کھینچا

جذبِ الفت نے نہ دکھلائی کچھ اپنی تاثیر
ہاتھ سے دامنِ یوسف جو، زلیخا کھینچا

حرفِ ایمان پہ آیا نہ ہوا وصلِ صنم
خطِ قسمت نہ مٹا، ماتھے پہ قشقا کھینچا

بوسۂ سبزۂ خط دے کے گنہ گار کیا
تو نے کانٹوں میں مجھے اے گلِ رعنا کھینچا

اے صبا پاؤں نہ اٹھتے تھے چمن سے اپنے
دستِ وحشت نے ہمیں جانبِ صحرا کھینچا

(۸) تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۸ تا ۹

عدوے جاں بتِ بے باک نکلا
بڑا قاتل بڑا سفاک نکلا

فرشتوں کو کیا مات آدمی نے
قیامت کا یہ مشتِ خاک نکلا

آزادی قیدِ مذہب دل سے ہم نے
قفس سے طائرِ ادراک نکلا

ہماری سادہ لوحی کام آئی
حسابِ روزِ محشر پاک نکلا

طرارہ بھرتے ہی پہنچا عدم میں
سمندِ عمر کیا چالاک نکلا

بھرے لڑکوں نے دامن پتھروں سے
جہاں تیرا گریباں چاک نکلا

صبا ہم حشر کو مجرم جو نکلے
شفاعت کو شہِ لولاک نکلا

(۹) تعدادِ اشعار ۲۴۔ ص ص ۹ تا ۱۰

خود پرستی کا جو سودا ہو گیا
آپ میں اپنا تماشا ہو گیا

جب مجھے اپنی حقیقت کھل گئی
جز سے کل، قطرے سے دریا ہو گیا

جانِ شیریں ہم نے کس سختی سے دی
نیمچہ قاتل کا دونا ہو گیا

کھینچ کر تصویر روئے یار کی
اور ہی مانی کا نقشا ہو گیا

ضعف کے بڑھنے سے ہم کو اے جنوں
خانۂ زنجیر صحرا ہو گیا

اے صبا یہ بھی لکھا تقدیر کا
ہم سے اور اُن سے جھگڑا ہو گیا

(۱۰) تعدادِ اشعار ۸۔ ص ص ۱۰ تا ۱۱

شعر میں یار کو ہم نے جو چھلاوا باندھا
زلف کو موجِ رمِ آہوئے صحرا باندھا

مجھ سے لاغر کو بنایا ہدفِ تیرِ نگاہ
یار نے بال سے باریک نشانا باندھا

جامۂ یار کی پائی نہ صبا نے خوش بو
بقچۂ غنچہ و گل باغ میں کھولا باندھا

طائرِ عقل کو معذور رکھا زاہد نے
پر پرواز میں تسبیح کا ڈورا باندھا

اے صبا قلعۂ ہستی سے جو دم گھبرا یا
بڑھ کے دو چار قدم موت کا آگا باندھا

(۱۱) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ۱۱

یہ ہے نشان عشقِ کدورت مآل کا
تربت ہماری ڈھیر ہے گردِ ملال کا

جمشید اپنے وقت کا ہوں میں فقیرِ مست
جامِ جہاں نما ہے پیالہ سفال کا

شبنم جو گرتی ہے تو اٹھاتا ہے آفتاب
پرساں نہیں وہ عاشقِ گریاں کے حال کا

میری فروتنی مجھے معراج ہو گئی
حاصل ہوا زوال میں رتبہ کمال کا

شانے کی طرح سے دل صد چاک اے صبا
بندھوا ہے اُن کے گیسوؤں کے بال بال کا

(۱۲) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۱۱ تا ۱۲

عشق کا غم نہ گیا حسن کا غمزا نہ گیا
میرا رونا نہ گیا آپ کا ہنسنا نہ گیا

ہوئی تشخیص مرے دل کی نہ عیسیٰ سے بھی
عرش تک چرخِ چہارم سے مسیحا نہ گیا

صحبتِ مے نہ رہی عشرتِ صلت نہ رہی
پاس سے یار گیا ہاتھ سے پیمانہ گیا

لاغری نے مجھے سایہ جو بنایا تو کیا
چڑھ کے دیوار پہ گھر میں مرے اترا نہ گیا

اے صبا گوشۂ زنداں میں مکدر میں رہا
خاک اڑ کر طرفِ دامنِ صحرا نہ گیا

(۱۳) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۱۲ تا ۱۳

توڑ کر سینہ ہمارا دلِ مضطر توڑا
نگہِ یار نے برچھی کے برابر توڑا

سرزمیں کوچۂ جاناں کی چھڑائی مجھ سے
آسماں غم کا فلک نے مرے سر پر توڑا

سرکشی نفس کی موقوف ہوئی فرقت میں
ضعف نے زور کیا دیو کا لنگر توڑا

نہ پڑھا یار نے احوالِ شکستہ میرا — خط کے پرزے کیے بازوے کبوتر توڑا
چشمِ تر میں کبھی ہو گی نہ کمی اشکوں کی — موتیوں کا نہیں ڈالے گا سمندر توڑا

اے صبا وہ درِ مقصد ترا بر لائیں گے
پرِ جبریل نے جس کے لیے گوہر توڑا

(۱۴) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۱۳ تا ۱۴

قلقلِ شیشہ ہے بلبل کی صدا سے پیدا — نشّہ ہوتا ہے گلستاں کی ہوا سے پیدا
گردِ غم کا ہے سبب حرصِ ہوا سے پیدا — آندھیاں ہوتی ہیں تحریکِ ہوا سے پیدا
بارِ الفت کا سنبھالا نہیں جاتا مجھ سے — سرگرانی ہے مری لغزشِ پا سے پیدا
وہمِ یار کا مضمون نکالا ہم نے — واہ کیا بات ہوئی فکرِ رسا سے پیدا

اے صبا ہجر میں گلگشت سے دم رکتا ہے
دل کی دھڑکن خفقاں کیوں نہ ہو بلبل کی صدا سے پیدا

(۱۵) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ۱۴

گھر سے وحشت میں جو میں چاک گریباں نکلا — کوہ فرہاد سے مجنوں سے بیاباں نکلا
الفت کوچۂ جاناں نے کیا خانہ خراب — برہمن دیر سے کعبے سے مسلماں نکلا
ڈھیر پھولوں کے چڑھے عاشقوں کی قبروں پہ — جانبِ گورِ غریباں جو وہ خنداں نکلا
جوشِ وحشت میں ہے ہم جامہ دروں کی یہ دلیل — برہنہ کتمِ عدم سے ہر اک انساں نکلا
خلق کیوں دولتِ دنیا پہ لڑی مرتی ہے — گنج کس روز تہِ گنجِ شہیداں نکلا

بحثِ نالہ رہی مرغانِ چمن سے کیا کیا
اے صبا پر نہ بخارِ دلِ نالاں نکلا

(۱۶) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ۱۵

عازمِ دشتِ جنوں ہو کے میں گھر سے اٹھا — پھر بہار آئی قدم پھر نئے سر سے اٹھا
عمر بھر دل نہ مرا یار کے گھر سے اٹھا — بیٹھا دیوار کے نیچے جو میں در سے اٹھا
سببِ رحمتِ حق ہو گیا میں تر دامن — ابر چھایا جو دھواں نارِ سقر سے اٹھا
ہو گیا عالمِ بالا سے بھی بالا پانی — جب کہ طوفان مرے دیدۂ تر سے اٹھا
عشقِ گیسو نے نہ چھوڑا دلِ پر داغ اپنا — بیٹھ کر سانپ نہ گنجینۂ زر سے اٹھا

پڑ گئی دھوم زمانے میں، قیامت آئی فتنہ ایسا مرے نالوں کے اثر سے اُٹھا

گریۂ الفتِ دندال میں صبا ڈوب گیا
آج طوفان نیا آبِ گہر سے اُٹھا

(۱۷) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۱۵ تا ۱۶

بچ کر کہاں میں اُن کی نظر سے نکل گیا اک تیر تھا کہ صاف جگر سے نکل گیا
خود رفتگی ہے چشمِ حقیقت جو وا ہوئی دروازہ کھل گیا تو میں گھر سے نکل گیا
رونے سے ہجرِ یار میں تسکین ہو گئی دل کا بخار دیدۂ تر سے نکل گیا
آخر کیا اخیر شبِ وصل نے مجھے دم پہلے بانگِ مرغِ سحر سے نکل گیا
دکھلایا ناتوانی نے گھر یار کا مجھے مثلِ نگاہ روزنِ در سے نکل گیا

مشکل ہے اے صبا، پہ کرو جبر اختیار
ہے خیر، دل جو عشق کے شر سے نکل گیا

(۱۸) تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۱۶

سرکش کوئی ہو کر کبھی برپا نہیں ہوتا انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا
معدوم ہوئے جاتے ہیں ہم فکر کے مارے مضموں کمرِ یار کا پیدا نہیں ہوتا
گردش سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہتا کس دن تہ و بالا یہ ہنڈولا نہیں ہوتا
نادان ہیں جو رکھتے ہیں امید کسی سے جز ذاتِ خدا کوئی کسی کا نہیں ہوتا

ہوتے ہیں صبا سینے میں ٹکڑے مرے دل کے
پہلو میں جو وہ چاند کا ٹکڑا نہیں ہوتا

(۱۹) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۱۶ تا ۱۷

بزمِ قاتل سے نہ بیٹھوں گا میں زنہار جدا شمع ساں سر مری گردن سے ہو سو بار جدا
دیکھیے آج وہ تشریف کہاں فرمائیں ہم سے وعدہ ہے جدا غیر سے قرار جدا
گردِ کلفت جو پڑے گوشۂ عزلت کو نہ چھوڑ میان سے زنگ میں ہوتی نہیں تلوار جدا
حالِ دل کیا میں کہوں پاس ہے رسوائی کا ایک دم یار سے ہوتے نہیں اغیار جدا

جان کے ساتھ صبا عشق بتوں کا رکھو
مثلِ شہ رگ کے گلے سے نہ ہو زنار جدا

(۲۰) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۱۷ تا ۱۸

غیر سے ہنستا ہے جاناں میرا — دیو سے خوش ہے سلیماں میرا
کون ہو جامہ دری کا مانع — ہاتھ میرا ہے گریباں میرا
خط کے سودے میں ہوا ہوں لاغر — خانۂ مور ہے زنداں میرا
کیا بنایا ہے بتوں نے مجھ کو — نام رکھا ہے مسلماں میرا
فیضِ بارانِ کرم سے تیرے — دھو گیا نامۂ عصیاں میرا

بوسہ دے کر وہ صبا کہتے ہیں
یاد رکھیے گا یہ احساں میرا

(۲۱) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ۱۸

اشک افتادہ نظر آتے ہیں سارے دریا — سیلِ گریہ نے یہ نظروں سے اُتارے دریا
دیکھ لیں گر مرے اشکوں کے شرارے دریا — خشک برسات میں ہوں خوف کے مارے دریا
دونوں چشموں سے مری اشک بہا کرتے ہیں — موج زن رہتا ہے دریا کے کنارے دریا
ساتھ غیروں کے وہاں تم تو نہانے کو گئے — روئے یاں ہم غمِ فرقت میں تمھارے دریا

فرقتِ یار میں کیا سیر کریں دریا کی
اے صبا دیدۂ گریاں ہیں ہمارے دریا

(۲۲) تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۱۹

شام سے حال عجب تا بہ سحر ہم نے کیا — کس خرابی سے شبِ غم کو بسر ہم نے کیا
ناتوانی میں جو رو رو کے دم اپنا توڑا — سمجھے ہم قلعۂ فولاد کو سر ہم نے کیا
خُرد سالی ہی میں بازیچۂ ہستی سے چلے — اشک کی طرح سے طفلی میں سفر ہم نے کیا
طپشِ عشق سے گھر دل میں کیا اس بت کے — آگ کی طرح سے پتھر میں گزر ہم نے کیا

اے صبا دیکھ کے اغیار کا جی چھوٹ گیا
تیغِ سفاک سے جس دم نہ حذر ہم نے کیا

(۲۳) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۱۹ تا ۲۰

خوبرویوں سے دل صفا نہ ہوا — آئینہ صورت آشنا نہ ہوا
وہ پری مجھ فقیر کا نہ ہوا — نقشِ حب نقشِ بوریا نہ ہوا

بوسۂ خال پا کے سیر ہوئے ہم کو خرمن پہ ایک دانہ ہوا
دہنِ زخم بے زبان رہا شکر قاتل کا کچھ ادا نہ ہوا
اِن بتوں سے سوائے نقصان کے خاک بھی ہم کو فائدہ نہ ہوا
مر گیا میں خیال میں جن کے
دھیان میرا انھیں ذرا نہ ہوا

(۲۴) تعدادِ اشعار ۹۔ ص ۲۰

ہجر میں تڑپا ہوں میں صورت بسمل کیا کیا دیکھنے کو ترے لوٹا ہے مرا دل کیا کیا
داغ لالے کو چمن میں دیے کیسے کیسے شمع کو اس نے جلایا سرِ محفل کیا کیا
عشق کو عاشقوں نے دل میں رکھا کس کس طرح جن کو شیشے میں اتارا کیے عامل کیا کیا
ہجر سے جان بچی وصل بھی اس بت سے ہوا میرے اللہ نے حل کی مری مشکل کیا کیا
نقشِ پا جو ہے مرا ہے وہ لہو کا چشمہ خوں رلاتی ہے مجھے دوریِ منزل کیا کیا
اے صبا جامہ دری دیکھنے کو مجنوں کی
چاک لیلیٰ نے کیا پردۂ محمل کیا کیا

(۲۵) تعدادِ اشعار ۱۱۔ ص ص ۲۰ تا ۲۱

دکھائے رندوں کو نیرنگیِ شراب گھٹا پئے گزک کرے طاؤس کو کباب گھٹا
عزیز آئے نہ رونے کو میری تربت پر بہا کے اشک ہوئی داخلِ ثواب گھٹا
نہیں ہے حاجیوں کو مے کشی کی کیفیت گئی حرم کو، تو ہو گی بہت خراب گھٹا
سقر ہے باغِ جہاں گرزِ آتشیں ہے برق فراق میں ہے مری جان کو عذاب گھٹا
زوالِ حسن نے سودائے زلف کو کھویا بڑھا خطِ آب کا تو نرخِ شکناب گھٹا
فراقِ یار میں بے کار سب ہیں اے ساقی پیالہ، شیشہ، گزک، مے کدہ شراب گھٹا
کسی کا منہ تہِ زلفِ سیاہ یاد آیا کبھی جو آ گئی بالائے آفتاب گھٹا
تری کمر کی لچک پر تڑپتی ہے بجلی
ہوائے زلف میں کھاتی ہے پیچ و تاب گھٹا

(۲۶) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۲۱ تا ۲۲

نہ چھوڑیے گا جو سونا بدل کے کروٹ کا تو سر ہے بندے کا اور پا یہ ہے چھپر کھٹ کا

کلام آگیا ساقی سے جب رکاوٹ کا
زمیں پہ ہاتھ سے جام شراب دے پٹکا

ہمارے ڈسنے کو مارِ سیاہ بنتی ہے
تمھاری زلف کا ادنیٰ یہ ایک ہے لٹکا

منا سکیں گے نہ ہرگز مرے فرشتے بھی
میں خوب جانتا ہوں حال آپ کی ہٹ کا

بغیر یار کے رلوایا باغ میں مجھ کو
چراغِ گل مری آنکھوں میں اے صبا کھٹکا

(۲۷) تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۲۲ تا ۲۳

جلوہ ہے ہر اک رنگ میں اے یار تمھارا
اک نور ہے کیا مختلف آثار تمھارا

ہوتا نہ تہیہ بندہ جو خریدار تمھارا
رونق نہ پکڑتا کبھی بازار تمھارا

کس یاس سے کہتا ہوں میں ان سے دمِ رخصت
لو جاؤ تم اللہ نگہدار تمھارا

لہراتا ہے دل کو رخِ رنگیں کا خطِ سبز
سرسبز ہمیشہ رہے گلزار تمھارا

مغرور بہت حسن پہ تھے خط نکل آیا
اللہ نے توڑا بتِ پندار تمھارا

فریاد بتوں کی جو صبا حشر کو کرتے
اللہ بھی ہوتا نہ طرف دار تمھارا

(۲۸) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ۲۳

یارِ گل اندام سے پہلو جو خالی ہوگیا
سوکھ کر میں شکلِ تصویرِ نہالی ہوگیا

مل دیا میں نے جو ان کے چاند سے منہ پر گلال
تیغ خوں آشام ابروئے ہلالی ہوگیا

کی جو اس گل نے ہمارے باغِ دیواں کی نہ سیر
مصرعۂ تر اپنا ہر اک خشک ڈالی ہوگیا

کھوئی دورِ چرخ نے کیفیتِ روزِ وصال
ایک دم میں ساغرِ لب ریز خالی ہوگیا

معتقد ہوں اے صبا میں اس ولی اللہ کا
شیر جس کے معجزے سے شیرِ قالی ہوگیا

(۲۹) تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ۲۴

ہوا ہے یار میں کیا دل کو اضطراب رہا
چکور چاند کی خاطر بہت خراب رہا

ہمیشہ کوششِ دنیا میں اضطراب رہا
بہت خراب دلِ خانماں خراب رہا

ہوئی تھی جس سے چکا چوند چشمِ موسیٰ کو
ہماری آنکھ کا تارا وہ آفتاب رہا

ہم اپنے حال پہ روتے ہیں اب ضعیفی میں
خوشا وہ عہد کہ طفلی رہی شباب رہا

وہ بادہ نوش تھے پیری میں بھی نہ توبہ کی
شراب خُم میں رہی شیشے میں خضاب رہا

خط آگیا نہ رہا عشقِ مصحفِ رُخِ یار
نہ وہ کتاب رہی اور نہ وہ حساب رہا

یہ وہ فلک ہے کہ جس کے سبب سے عالم میں
نہ ایک حال پہ دو روز ماہتاب رہا

خوشی وہ کون سی دی جس کے بعد غم نہ دیا
ہمیشہ سر پہ فلک، برسرِ حساب رہا

بہ رنگِ موجِ ہوا، اے صبا ہوئے تھے خلق
رہے جہان میں جس دم تک اضطراب رہا

تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ۲۵

(۳۰)

کیوں اُن کی چال دیکھی جو یہ حال ہوگیا
میں آپ اپنے ہاتھ سے پامال ہوگیا

کچھ قیس سے بھی بڑھ کے مرا حال ہوگیا
کس قہر کا جنوں مجھے اِمسال ہوگیا

دریا بہا مرے عرقِ انفعال کا
کاغذ کی ناؤ نامۂ اعمال ہوگیا

پیری میں اپنا نفسِ عدو اور سم ہوا
یوحیٰ بنا، جو سانپ کہن سال ہوگیا

مجھ سے فضول خرچ کے ہتھے جو چڑھ گیا
دو دن میں آسمان بھی کنگال ہوگیا

لے لیگی ہم کو پیار سے آغوش میں زمین
کیا غم عدو جو چرخِ بد افعال ہوگیا

روئے جو یادِ گیسوے جاناں میں اے صبا
دامانِ ابر بھیگ کے رومال ہوگیا

تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۲۵ تا ۲۶

(۳۱)

بنا ہے تری زلف سایا ہمارا
نیا رنگ لایا ہے سودا ہمارا

پڑھے یار غیروں میں نامہ ہمارا
یہ قسمت ہماری یہ لکھا ہمارا

نکل جائے گی سب کجی آسماں کی
کبھی تو پھرے گا زمانا ہمارا

کدورت نہیں اپنی طبعِ رواں میں
بہت صاف بہتا ہے دریا ہمارا

صبا چشمِ پُر آب بادل نہیں ہے
نہ جائے گا برباد رونا ہمارا

تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۲۶ تا ۲۷

(۳۲)

واعظ کے میں ضرور ڈرانے سے ڈر گیا
جامِ شراب لائے بھی ساقی کدھر گیا

سو بار مجھ پہ ہجر میں محشر گزر گیا
اب تک نہ آیا، خوب مرا نامہ بر گیا

عیسیٰ کا دم ترے لبِ جاں بخش پر گیا
بے موت خضر سبزۂ عارض پہ مر گیا

بُلبُل کہاں، بہار کہاں، باغباں کہاں
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ نہ گزر گیا

ایسی کفن کی قطع پسند آ گئی ہمیں
دل سے ہمارے جامۂ ہستی اُتر گیا

محضر ہمارے خون کا ہو گا یہ حشر کو
اچھا ہُوا لہو ترے دامن میں بھر گیا

اچھا ہُوا جو ہو گئے وحدت پرست ہم
فتنہ گیا، فساد گیا، شور و شر گیا

پھر سیرِ لالہ زار کو ہم اے صبا چلے
آئی بہار، داغِ جنوں پھر اُبھر گیا

(۳۳) تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۲۷ تا ۲۸

دیر و حرم میں معتمد و معتبر ہُوا
کیا کیا تری طرف سے مرے دل میں گھر ہُوا

آغازِ عشق ہی میں ہمیں موت آ گئی
آگاہ بھی نہ حال سے وہ بے خبر ہُوا

آگاہ خاک بھی نہ ہُوا اُس کے حال سے
جب تک نہ اپنے حال سے میں بے خبر ہُوا

نوعِ دگر کروں گا میں نقشا جہان کا
اب کی عدم کی سمت سے آنا اگر ہُوا

دیکھا جو سُود، جنسِ شہادت میں اے صبا
قاتل کے ساتھ ساتھ میں سر بیچ کر ہُوا

(۳۴) تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ص ۲۸ تا ۲۹

وار ہر دم جو یُونہیں تیغِ جفا کا ہوگا
یہ تو کہیے کوئی مر جائے گا تو کیا ہوگا

کون ہوگا جو نہ محوِ رُخِ زیبا ہوگا
سیر کو آپ جو نکلیں گے تماشا ہوگا

گردِ غم صیقلِ دل کے لیے ہو گی اکسیر
خاک میں مل کے یہ آئینہ مُصفّا ہوگا

دست رس ہوگا جو اے بُت نہ ترے قدموں تک
ہاتھ ہوگا مرا اور عرش کا پایا ہوگا

باغِ عالم میں جو آہوں کا یہی عالم ہے
اے صبا اور ہی کچھ رنگ ہوا کا ہوگا

(۳۵) تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۲۹ تا ۳۰

بزمِ جہاں سے عیش ہمارا اُٹھا لیا
کیا قہر ہے، ہمیں نہ خدا یا اُٹھا لیا

روزِ ازل کھلا جو کتب خانۂ بہار
سوسن نے دس ورق کا رسالا اُٹھا لیا

اللہ رے، مرے جگر و دل کا حوصلہ
دونوں نے مل کے عشق کا صدما اُٹھا لیا

وہ اشک بار تھے نہ دبے آسمان سے کشتی کا بوجھ صورتِ دریا اُٹھا لیا

دیوِ فلک کے دانتِ صبا نے بٹھا دیے
کیسا شبِ فراق کا صدما اُٹھا لیا

(۳۶) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۳۰ تا ۳۱

ہے اپنے داغ پہ اُن کے نقاب کا پھاہا نمونہ ہے کلہِ آفتاب کا پھاہا
یہ منصفی ہے جو ٹکڑا کتاں کا ہاتھ لگے بنائیں داغِ دلِ ماہتاب کا پھاہا
یقیں ہے داغ جہالت کا اِس سے مٹ جائے ہمارے ہاتھ لگا ہے کتاب کا پھاہا
ہم اپنے داغِ جگر کا اگر علاج کریں مسیح لائے ابھی آفتاب کا پھاہا
دیا ہے دوریِ ساقی نے داغ اے جراح بنا شراب کا مرہم کباب کا پھاہا

صبا کے داغِ جگر نے یہ گل کھلایا ہے
کہ بن گیا ہے کٹورا گلاب کا پھاہا

(۳۷) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ۳۱

آئی، اے گلعذار کیا کہنا خوب آئی بہار کیا کہنا
میں تو روتا ہوں آپ ہنستے ہیں یہی ہوتا ہے یار کیا کہنا
جوشِ اُلفت میں اور ضبط اے دل جبر پر اختیار، کیا کہنا
یُوں تو جو گل ہے خوب ہے لیکن تیرا اے گلعذار کیا کہنا

اے صبا دعویِ انا الحق ہے
خوب سوچے ہو یار کیا کہنا

(۳۸) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۳۱ تا ۳۲

نزع میں ہیں نہ اِدھر آئیے گا ابھی کچھ سِن نہیں ڈر جائیے گا
ساتھ چھوڑیں گے نہ سائے کی طرح ہم بھی جائیں گے جدھر جائیے گا
چھو نہ جائے مری آہوں کی ہوا پھول کی طرح سے کمھلائیے گا
آپ کو غیر بہت دیکھتے ہیں ایک دن دیکھیے پچھتائیے گا

اے صبا کوئی ہو، کعبہ ہو کہ دیر
دل جدھر جائے اُدھر جائیے گا

(۳۹) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۳۲ تا ۳۳

قبر پر بعدِ فنا آئیے گا — بے محل پاؤں نہ پھیلائیے گا
لاکھ ہو وصل کا وعدہ لیکن — وقت پر صاف نکل جائیے گا
نہ کریں آپ وفا، ہم کو کیا — بے وفا آپ ہی کہلائیے گا
کیا کیا عشق نے کیوں حضرتِ دل — ہم نہ کہتے تھے کہ پچھتائیے گا
آپ چلتے تو ہیں اٹکھیلیوں سے — کوئی آفت نہ کہیں لائیے گا

اے صبا عشقِ پری ردیاں میں
آدمیت سے گزر جائیے گا

(۴۰) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۳۳ تا ۳۴

بڑھایا آبروے دل سے وہ رتبہ تصور کا — خمِ گردوں بنا ہر بلبلا بحرِ تفکر کا
سیہ بختوں کے ابرِ غم میں یوں آنسو ٹپکتے ہیں — شبِ تاریک میں جیسے کہ عالم ہو تقاطر کا
بگولے کی طرح ہر دم جگر سے آہ اٹھتی ہے — کہیں کیا خاک ہم احوال اس دل کے تکدر کا
ہوائے وصل و آبِ اشک و سوزِ ہجر و گردِ غم — یہ ہے اک ایک جز ہم عاشقوں کے چار عنصر کا

یقیں ہے زندہ در گور اے صبا ہو جائیں گے ہم تو
یہی عالم اگر چند ے رہا دل کے تکدر کا

(۴۱) تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۳۴ تا ۳۵

دل صاف ہوا آئنۂ رو نظر آیا — سب کچھ نظر آیا جو ہمیں تو نظر آیا
حوروں کی طرف لاکھ ہو زاہد کی توجہ — کھل جائیں گی آنکھیں جو کبھی تو نظر آیا
بیتابیِ دل نے بغلِ گور جھکائی — آرام نہ ہرگز کسی پہلو نظر آیا
مے کش مجھے ساقی کے نظارے نے بنایا — بجلی سی کمر، ابر سا گیسو نظر آیا

جو بات ہے ہر مذہب و ملت سے جدا ہے
دیکھا تو صبا سب سے الگ تو نظر آیا

(۴۲) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۳۵ تا ۳۶

پستی سے اوج، خاک میں مل کر بدل گیا — ذرّے سے لو نصیب کا اختر بدل گیا
ساقی کی بھول چوک سے ہم رند لٹ گئے — جامِ جہاں نما سے جو ساغر بدل گیا

گزری شبِ وصال، قیامت بپا ہوئی — جیبِ سحر سے دامنِ محشر بدل گیا
اب زلف کس حساب میں ہے خط کا دور ہے — سرکارِ حسنِ یار کا دفتر بدل گیا

اب اے صبا وہ لطف نہیں جانبین میں
یہ دل بدل گیا کہ وہ دلبر بدل گیا

(۴۳) — تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۳۶ تا ۳۷

پیادہ پا میں رواں سوئے لالہ زار ہوا — بہار آتی ہے سر پر جنوں سوار ہوا
سموم غم نے نیا لالہ زار دکھلایا — عجب بہار ہوئی دل جو داغدار ہوا
وہ خاکسار تھا میں، لاکھ آندھیاں آئیں — زمیں سے خاک نہ اونچا مرا غبار ہوا
ہوئے شہید جو الفت میں لالہ رویوں کی — سدا بہار میں میلا سرِ مزار رہا

غمِ فراق یہ کس غیرتِ چمن کا تھا
کہ دودِ آہ صبا ابرِ نوبہار ہوا

(۴۴) — تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۳۷

ہم نزع میں رہے نہ وہ آیا غضب کیا — مرتے ہوئے کو منہ نہ دکھایا غضب کیا
جام شراب کی نہ ہوئی محتسب کو قدر — رندوں کا کیا چراغ بجھایا غضب کیا
گل کی طرح کیا نہ گریبان چاک چاک — آئی بہار رنگ نہ لایا غضب کیا
ہنسنا نہ تھا تمھیں مرے رونے پر اے گلو — روتے ہوئے کو اور رلایا غضب کیا
آنکھیں لڑائیں یار سے کیوں عین بزم میں — نظروں میں دشمنوں کی سمایا غضب کیا

دنیا کے کاروبار میں تم اے صبا رہے
عقبیٰ کا کام کچھ نہ بنایا غضب کیا

(۴۵) — تعدادِ اشعار ۲۷۔ ص ص ۳۷ تا ۳۹

لے گیا چھین کے دل وہ بتِ پُرفن کیسا — رہ گئے دیکھ کے منہ شیخ و برہمن کیسا
یہ جوانی تو عجب سر پہ قیامت لائی — یادِ ایام کہ گزرا ہے لڑکپن کیسا
جب اٹھا ابر وہ ساقی کا کرم یاد آیا — ہائے روتے مجھے گزرا ہے یہ ساون کیسا
اے ہوس جو ملے خاکِ درِ جاناں کی — ایک چٹکی میں مسِ قلب ہے کندن کیسا
خاک پر لوٹتے ہیں طائرِ بسمل ہیں ہم — آشیانہ کسے کہتے ہیں نشیمن کیسا

ساقیا آج چلے دور، لب جو چل کر ۔ دیکھ وہ ابر اٹھا ہے سوئے گلشن کیسا
صدمۂ بادِ خزاں کے متحمل نہ ہوئے
چل بسے آپ صبا چھوڑ کے گلشن کیسا

(۴۶) تعدادِ اشعار ۸۔ ص ۳۹

خلافِ بلبلِ گلشن سے یہ زمانہ ہوا ۔ کہ پنجۂ ملک الموت آشیانہ ہوا
یہ آب آب ہوئے انفعالِ عصیاں سے ۔ کہ تن پہ ہر بنِ مو مشک کا دہانہ ہوا
پھڑک کے رہ گیا آخر ہمارا طائرِ روح ۔ خیالِ زلف کا افعی آشیانہ ہوا
یہ بخل وہ ہے کہ جس کے سبب سے اے منعم ۔ زمیں کے تحت میں قارون کا خزانہ ہوا
یہ مرغِ روح پھنسا کیا عذاب دنیا میں
اسیرِ دامِ الم بہرِ آب و دانہ ہوا

(۴۷) تعدادِ اشعار ۷۔ ص ص ۳۹ تا ۴۰

داغِ جنوں دماغِ پریشاں میں رہ گیا ۔ دامن میں خارِ چاک گریباں میں رہ گیا
جب دو قدم جنوں میں مرا ساتھ ہو گیا ۔ پھیلا کے پاؤں قیس بیاباں میں رہ گیا
تقلید بن پڑی نہ تمہارے خرام کی ۔ طاؤس لڑکھڑا کے گلستاں میں رہ گیا
آئی بہار اور نہ چھوٹا میں اے جنوں ۔ کیسا تڑپ کے خانۂ زنداں میں رہ گیا
کیا حادثہ پڑا مرے یوسف پر اے صبا
دل گر کے آن کے چاہِ زنخداں میں رہ گیا

(۴۸) تعدادِ اشعار ۶۔ ص ۴۰

حسن نے کچھ گنہِ عشق جو دیکھا ہوتا ۔ دستِ یوسف میں گریبانِ زلیخا ہوتا
نقشا مجھ رند کا مانی نے جو کھینچا ہوتا ۔ جام اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں مینا ہوتا
وہ غمیں ہوں کہ مجھے دیکھ کے سب کہتے ہیں ۔ تم نہ ہوتے تو کوئی رنج نہ پیدا ہوتا
خاک اڑاتا جو مرے دشتِ جنوں میں مجنوں ۔ ہر بگولے سے عیاں ناقۂ لیلا ہوتا
اے صبا اُن سے ملاقات جو رکھنی تھی تمہیں
حرفِ مطلب کا زباں سے نہ نکالا ہوتا

(۴۹) تعدادِ اشعار ۶۔ ص ۴۰

آنکھوں سے جب نہاں رُخِ دلدار ہو گیا — تارِ نگاہ آنسوؤں کا تار ہو گیا
اے سروِ خوش خرام چلے کس روش سے تم — طاؤسِ باغ عاشقِ رفتار ہو گیا
مستی میں زلفِ یار کی جب لہر آ گئی — بوتل کا منہ ہمیں دہنِ مار ہو گیا
روئے جو مثلِ ابر غمِ کوہ کن میں ہم — دریا کا پاٹ دامنِ کہسار ہو گیا

اظہارِ عشق ضعف میں ہم سے نہ ہو سکا
لانا لبوں پہ آہ کا دشوار ہو گیا

(۵۰) تعدادِ اشعار ۴۔ ص ص ۴۰ تا ۴۱

کہیں معشوق کہیں عاشقِ کامل دیکھا — تجھ کو ہر بزم میں اے رونقِ محفل دیکھا
پھڑپھڑاتا صفتِ طائرِ بسمل دیکھا — چیر کر یار نے پہلو جو مرا دل دیکھا
ہاتھ اُس بُت کی نہ گردن میں حمائل دیکھا — حوصلہ تنگ ترا اے کششِ دل دیکھا

ردیف ب[1]

(۵۱) تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ص ۴۱ تا ۴۴

موجدِ گلشن ہے تاثیرِ بیانِ عندلیب — ہے نموئے نخلِ گل نوکِ زبانِ عندلیب[2]
فصلِ گل کے جاتے ہی نکلی ہے جانِ عندلیب — کیوں نہ ہر برگِ خزاں ہو نوحہ خوانِ عندلیب
جورِ گلچیں، عشقِ گل، خوفِ خزاں، ایذائے خار — لاکھ آفت میں پھنسی ہے ایک جانِ عندلیب[3]
باغ کی خانہ خرابی دیکھ کر سودا ہوا — تنکے چنتا ہوں میں بہرِ آشیانِ عندلیب

پھول جاتی ہے زباں مارے خوشی کے اے صبا
جوشِ گل سے کیوں نہ ہو غنچہ دہانِ عندلیب

(۵۲) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۴۲ تا ۴۳

کاسۂ مہ کی طرح، جام سے زینتِ شب — صحبتِ دخترِ رز ہے پئے کیفیتِ شب
صاف دل ہو تو سیہ کار نہ کہلائے گا — روزِ روشن پہ کرے گا نہ کوئی تہمتِ شب
عودِ پیری میں جوانی بھی کہیں کرتی ہے — کیا دعا کیجیے دمِ صبح پئے رجعتِ شب
بھول جاؤں گا پسِ مرگ میں اس عالم کو — صبح کو یاد رہے گی نہ مجھے صحبتِ شب
قدرتِ حق سے صبا روئے مخطط اُن کا — ورقِ صبح پہ لکھا ہے خطِ قسمتِ شب

(۵۳) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۴۳ تا ۴۴

یوں ہے فرقت میں یاں جگر بیتاب — مرغِ بسمل ہو جس قدر بیتاب
یار سے کیا، جواب خط لایا — دوڑا آتا ہے نامہ بر بیتاب
لب شیریں پر اُن کے خط نکلے — چیونٹیاں ہیں پئے شکر بیتاب
وصل میں جتنی پائی تھی راحت — ہجر میں ہوں اُسی قدر بیتاب

چاہیے غم میں صبر بھی تھوڑا
اے صبا ہو نہ اِس قدر بیتاب

(۵۴) تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ۴۴

ہجرِ ساقی میں جو دیکھے جوششِ صہبا سحاب — بیٹھ جائے صورتِ دردِ تہِ مینا سحاب
رحم فرمایا تمھارے حال پر اللہ نے — لو مبارک ہو تمھیں اے مے کشو آیا سحاب
مے کشی اگلے برس کی یاد آتی ہے مجھے — داغ دیتا ہے فراقِ یار میں کیا کیا سحاب
آبرو پائی ہے اپنے آنسوؤں کے تار سے — ایک گوشہ ہے ہمارے دامنِ تر کا سحاب

اے صبا شہرہ جو میری اشک باری کا اُڑا
ہو گیا معدوم مثلِ سایۂ عنقا سحاب

(۵۵) تعدادِ اشعار ۶۔ ص ۴۵

ویرانہ سا ہے ہجر کی شب انجمن خراب — مثلِ چراغِ غول ہے شمعِ لگن خراب
کھوئی ہے خط نے آبروئے حسنِ روئے یار — اندھے کنوئیں کی طرح ہے چاہِ ذقن خراب
دیکھا نہ لعلِ لب سا ترے، لعل دوسرا — جوہر شناسِ ہند پھرے تا یمن خراب
صحرا میں بھی جنوں مرا لگتا نہیں پتا — مثلِ غزال پھرتے ہیں اہلِ وطن خراب

رسوا نہ ہوں ہر ایک سے آنکھیں لڑا کے آپ
کرتا ہے آدمی کو بہت بانک پن خراب

ردیف ت

(۵۶) تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۴۵ تا ۴۶

رہتی ہے یادِ ابروِ دلبر تمام رات — کٹتی ہے زندگی تہِ خنجر تمام رات

جہاں رہا وہ مہ جو مرے گھر تمام رات
کیا کیا جلا ہے چرخ ستم گر تمام رات

اُس آفتاب کی جو مجھے لو لگی رہی
دُھنتا رہا میں شمع صفت سر تمام رات

لُوٹی بہار سنبلِ باغِ وصال کی
سونگھا کیا میں گیسوے دلبر تمام رات

صبحِ شبِ وصال قیامت ہے جان کو
ہم بھی ہیں بس تمام، ہوئی گر تمام رات

لوٹا کیا میں خاک پہ بے یار تا سحر
خالی پڑا رہا مرا بستر تمام رات

اللہ ری تیرگی شبِ فرقت کی اے صبا
چمکا کوئی فلک پہ نہ اختر تمام رات

(۵۷) تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۴۶

یادِ گیسو میں ہوئے اشک رواں آج کی رات
بن گئی صاف پئے چشم دھواں آج کی رات

ہجر ہے گھر پہ جہنم کا گماں ہوتا ہے
کس قیامت کا ہے دل کو خفقاں آج کی رات

ہم وہی ہیں جو کیا کرتے تھے دن بھر باتیں
لڑکھڑاتی ہے نقاہت سے زباں آج کی رات

چپکے چپکے تھیں شبِ وصل میں کل تک باتیں
عرش تک جاتی ہے فریاد و فغاں آج کی رات

پاسِ ہمسایہ ہے چپ ہوں جو شبِ فرقت میں
جاؤں دل کھول کے رونے کو کہاں آج کی رات

ردیف ث

(۵۸) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۴۶ تا ۴۷

غافلو تقدیر کا رونا عبث
سب گلے بے جا ہے سب شکوا عبث

توڑ دیئے اپنے بتِ پندار کو
کیوں بنا رکھا ہے یہ نقشا عبث

پھر دو بارہ طور پر بجلی گری
تم نے آنکھوں میں دیا سرما عبث

گوشِ گل قابل سماعت کے نہیں
نعرہ زن ہے بلبلِ شیدا عبث

کیا مٹے جاتے ہو عقبیٰ کے لیے
زاہدو تم تو ہوئے پیدا عبث

زلفِ جاناں تک رسائی ہو چکی
اے صبا ہے آپ کو سودا عبث

ردیف ج

(۵۹) تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۴۷ تا ۴۸

بد ہے حریصِ درہم و دینار کا مزاج
کوڑی کے کام کا نہیں زردار کا مزاج

بیٹھا ہوا ہے وعدۂ فردا اے حشر پر
اللہ رے تیرے طالبِ دیدار کا مزاج

جنّت کو جاؤں آپ کے کوچے کو چھوڑ کر
توبہ کرو نہیں یہ گنہ گار کا مزاج

اللہ ہے جو حال پہ بندے کے ہو کرم
پہچانتا ہوں خوب میں سرکار کا مزاج

ثابت ہے انقلابِ زمانہ سے اے صبا
قائم نہیں ہے چرخِ جفا کار کا مزاج

(۶۰) تعدادِ اشعار ۱۸، ص ص ۴۸ تا ۴۹

دل ہے غذائے رنج، جگر ہے غذائے رنج
پیدا کیا ہے ہم کو خدا نے برائے رنج

آدم سے باغِ خلد چھٹا، ہم سے کوئے یار
وہ ابتدائے رنج ہے یہ انتہائے رنج

سب دوست اپنے حال میں ہیں آپ مبتلا
کس سے کہوں میں، کون سنے ماجرائے رنج

ہم بارِ عشق کے متحمل نہ ہو سکے
بس دل پکڑ کے بیٹھ گئے وہ اٹھائے رنج

اچھے یہ قہقہے نہیں عاشق کے حال پر
دیکھو ہنسی ہنسی میں کہیں ہو نہ جائے رنج

کہتے ہیں میرے دوست مرا حال دیکھ کر
دشمن کو بھی خدا نہ کرے مبتلائے رنج

اندھیر صدمۂ شبِ فرقت ہے اے صبا
آندھی چراغِ جاں کے لیے ہے ہوائے رنج

ردیف ح

(۶۱) تعدادِ اشعار ۱۵، ص ص ۴۹ تا ۵۰

شکوۂ تاثیرِ شب ہے شکوۂ تاثیرِ صبح
گاہ دامن گیرِ شب ہوں گہ گریباں گیرِ صبح

ہمسری گر یار کے رخسارِ روشن سے کرے
ہر شعاعِ شمس ہو وقفہ پئے تعزیرِ صبح

رات کے آنے کا وعدہ جب کیا اس ماہ نے
شام سے پیرِ فلک کرنے لگا تدبیرِ صبح

چھوڑ دی جب زلف اس نے عارضِ پرنور پر
تیرگیِ شب میں پنہاں ہو گئی تنویرِ صبح

صورتِ دیوِ شبِ غم اے صبا ناپید ہو
روئے نورانی کہیں اپنا دکھائے پیرِ صبح

(۶۲) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۵۰ تا ۵۱

نہ کس طرح سے ہوا ہو، ہوائے یار میں رُوح
برنگِ بُوئے رگِ گُل ہے جسمِ زار میں رُوح

بُرا ہو موت کا، جس نے یہ تفرقہ ڈالا
مزار میں مری میت ہے کُوئے یار میں رُوح

سدا خراب رکھا اپنے ساتھ اِس کو بھی
تمام عُمر رہی دل کے اختیار میں رُوح

شبِ فراق میں کیوں کر ہمیں قرار آئے
جو اضطراب میں دل ہے تو انتشار میں رُوح

اُسی کے ہاتھ حیات و ممات ہے سب کی
حقیقتاً ہے صبا حکمِ کردگار میں رُوح

(۶۳) تعدادِ اشعار ۹۔ ص ۵۱

دکھلائیں گے ہمیں نہ وہ قامت کسی طرح
نالے کریں بپا ہو قیامت کسی طرح

مر کر جو مُنعموں کے بنے مقبرے تو کیا
کام آئی قبر میں نہ عمارت کسی طرح

ٹکراتی آہ جا کے جو اس خاکسار کی
رہتا نہ آسمان سلامت کسی طرح

کعبے میں بھی گیا، میں کلیسا میں بھی گیا
حقّا کہ ہو سکی نہ عبادت کسی طرح

چاہا کہ حالِ جلوۂ حُسنِ بُتاں کھلے
حق تو یہ ہے کھلی نہ حقیقت کسی طرح

ردیف خ

(۶۴) تعدادِ اشعار ۲۵۔ ص ص ۵۱ تا ۵۳

رُخ پر ترے نقاب نہیں اے نگارِ سُرخ
خورشید پر ہے لکۂ ابرِ بہارِ سُرخ

آیا جو وہ نگار عیادت کے واسطے
مُنہ ہو گیا خوشی سے دمِ احتضار سُرخ

دکھلا رہے ہیں بوقلموں حُسن کی بہار
وہ سبز خط، وہ چشم سیہ وہ عذار سُرخ

یہ آہِ بیکساں کے طمانچوں کا ہے نشاں
رُوئے فلک شفق سے نہیں زینہار سُرخ

باغِ جہاں میں رنگ صبا کا جما رہے
دشمن کا مُنہ سیاہ رُخِ دوستدار سُرخ

ردیف د

(۶۵) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ۵۳

یہ تمہیں رہی جو، ہماری سدا فغاں فریاد
کرو گے جا کے عدالت میں جانِ جاں فریاد

نہ کہیے نالۂ عاشق میں کچھ نہیں تاثیر
سُنی ہے تم نے کسی کی ابھی کہاں فریاد

زباں کاٹیو صیاد ہم اسیروں کی
قفس سے جائے اگر تا بہ آشیاں فریاد

لبوں تک آہ نہیں فرطِ ضعف سے آتی
بتو خدا سے ڈرو ہیں کہاں کہاں فریاد

صبا ہم ایک بھی گلگشت میں نہیں سُنتے
کریں ہزار گلستاں میں باغباں فریاد

(۶۶) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۵۳ تا ۵۴

زاہد کو ہو گا سنبلِ باغِ جناں پسند
مے کش ہیں بھٹیوں کا ہمیں ہے دھواں پسند

پہلو میں یار، ہاتھ میں جامِ شراب ہو
اتنا بھی آسماں کو نہیں ہے سماں پسند

ناصح نہ میرے حال پہ تو التفات کر
یہ مہربانیاں نہیں اے مہرباں پسند

تاریخ کیا کہ قبر بھی بعدِ فنا نہ ہو
دو دن کے واسطے نہیں نام و نشاں پسند

رغبت نہ شیخ سے نہ برہمن سے اے صبا
دونوں میں ایک کی بھی نہیں ہے دُکاں پسند

ردیف ر

(۶۷) تعدادِ اشعار ۲۱۔ ص ص ۵۴ تا ۵۵

رکھتی ہے عاشقوں کو سدا چشم تر کمر
پر بال بن کے کرتی ہے آنکھوں میں گھر کمر

اِس کی خبر کسی کے فرشتوں کو بھی نہیں
ثابت کریں گے یار کی کیوں کر بشر کمر

زُلفوں کو چھوڑ کر نہ کرو تم خرام ناز
لچکے گی نازکی سے ہر اک گام پر کمر

پہلو میں بیٹھنے کو جو اُن سے کہا کبھی
لڑنے پہ مستعد وہ ہوئے باندھ کر کمر

امر الا آیۂ مو تو اے صبا
مرنے پہ پیش تر سے بندھی پیش تر کمر

(۶۸) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۵۵ تا ۵۶

دھوکا ہوا فلک کا تمھارے پلنگ پر
گرتے کے کچھ گرے جو ستارے پلنگ پر

مُردہ پڑے ہیں ہجر کے مارے پلنگ پر
تابوت کا گماں ہے ہمارے پلنگ پر

کس جا رہے الٹ کے نہ کروٹ لی آپ نے
لوٹا کیا میں رات کو سارے پلنگ پر

لا کر کسی نے پھول جو رکھے ہیں ہجر میں
کانٹے بچھا دیے ہیں ہمارے پلنگ پر

اب داستانِ شوق کا موقع ہے اے صبا
سونے کے واسطے وہ سدھارے پلنگ پر

(۶۹) تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ص ۵۶ تا ۵۷

کر عدم آپ کو تو، تارکِ دُنیا ہو کر
بیٹھ رہ سایہ نشینِ پرِ عنقا ہو کر

دشتِ وحشت میں پھرا ہوں میں بگولا ہو کر
خاک چھانی ہے بہت بادیہ پیما ہو کر

فیضِ صحبت سے بزرگوں کے ہے خردوں کو فروغ
قطرہ بنتا ہے گہر واصلِ دریا ہو کر

دیکھتے جاؤ ذرا حالِ دلِ عاشق کا
اپنے بیمار سے بھاگو نہ مسیحا ہو کر

چشم وا رہ گئی دیکھا جو طلسماتِ جہاں
آئنہ بن گئے ہم محوِ تماشا ہو کر

خاکساری نے اٹھانے نہ دیا سر ہم کو
خاک میں مل گئے ہم نقشِ کفِ پا ہو کر

باغبان بلبلِ کشتہ کو کفن کیا دیتا
پیرہن گل کا نہ اترا کبھی میلا ہو کر

حسن نے عشق کو عالم میں دکھائے کیا کیا
کبھی عذرا، کبھی شیریں، کبھی لیلا ہو کر

نہ ڈبو دیدہ و دانستہ صبا آپ کو تو
گر نہ چاہِ ذقنِ یار میں اندھا ہو کر

(۷۰) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۵۷ تا ۵۸

بہار آئی ہے دیوانہ ہو نیرنگِ گلستاں پر
چراغِ عقل کو رکھ دے بجھا کر طاقِ نسیاں پر

جنوں کا ولولہ موقوف ہے سیرِ بیاباں پر
الٰہی پھٹ پڑے سقفِ فلک دیوارِ زنداں پر

تری موجِ تبسم پر خضر کا دم نکلتا ہے
پھرا جاتا ہے پانی آبروئے آبِ حیواں پر

بتانِ سیم بر کا وصل دنیا میں غنیمت ہے
یہ وہ دولت نہیں جو چھوڑ دیجے زاہد کے ایماں پر

مقدر کا لکھا سچ ہے کسی صورت نہیں مٹتا
نمودِ خط سے حرف آیا صفائے روئے جاناں پر

صبا دستِ جنوں موجِ ہوا کا کام کرتا ہے
گریباں صورتِ گل پھٹ کر آ رہتا ہے داماں پر

(۷۱) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۵۸ تا ۵۹

نہ بے غم پرسشِ اعمال سے ہو فرشِ راحت پر
نفیرِ خواب دیتی ہے گواہی جرمِ غفلت پر

بتوں کے دردِ الفت نے دکھائی منزلِ عرفاں
کمندِ آہ سے پہنچے ہیں ہم بامِ حقیقت پر

ترقی آج ہے جس کو تو کل اس کو تنزل ہے
کبھی رہتا نہیں دو دن زمانا ایک صورت پر

کوئی صورت نہیں غم خانۂ عالم میں راحت کی
سدا آفت ہے آفت پر، مصیبت ہے مصیبت پر

تعجب اے صبا کیا ہے، جو اتنا دوست ممگیں ہیں
فراقِ یار میں روتے ہیں دشمن میری حالت پر

(۷۲) — تعدادِ اشعار ۱۹، ص ص ۵۹ تا ۶۰

روکیں سمندِ عمر کو ہم کس مقام پر
کیا اختیار اس فرسِ بے لگام پر

لائی ہے ہم کو وحشتِ دل کس مقام پر
ہنسنے کی جا ہے قیس کے سودائے خام پر

آئی نہ بزمِ عیش کبھی انتظام پر
کیا اعتماد کیجیے گردوں کے کام پر

بندے کے قتل پر کمر اُن کی بندھی ہوئی
قبضے میں ایک ہاتھ رہا، اک نیام پر

اے موسمِ خزاں ترا خانہ خراب ہو
کانٹوں کے ڈھیر اور گلوں کے مقام پر

نکلا جو خط، وہ ناز کی باتیں نہ پھر رہیں
کیا حرف آ گیا ترے حسنِ کلام پر

گلگشت میں چلے جو وہ اٹھکھیلیوں کی چال
طاؤس لوٹ ہو گئے اُن کے خرام پر

پروانے اس طرح نہیں گرتے چراغ پر
ہم رند جس طرح سے کہ گرتے ہیں جام پر

اے مرغِ روح، باغِ جہاں صیدگاہ ہے
یاں آب ہے چھری میں تو دانہ ہے دام پر

ساقی ہے، مے کدہ ہے، شبِ ماہتاب ہے
چھٹکی ہے چاندنی در و دیوار و بام پر

شیطانِ بدسرشت سے کیا خوف اے صبا
فضلِ خدا ہے امتِ خیر الانام پر

(۷۳) — تعدادِ اشعار ۱۶، ص ص ۶۰ تا ۶۱

وجد قاتل نے کیا میرا تڑپنا دیکھ کر
حال آیا رقصِ بسمل کا تماشا دیکھ کر

رقص کرتے ہیں جنوں میں ہم بگولے کی طرح
لوٹ ہے دل وسعتِ دامانِ صحرا دیکھ کر

قہر کی جا ہے انھیں شوقِ ہم آغوشی لکھا
ہاتھ کاٹے جائیں گے قاصد کے نامہ دیکھ کر

کھینچ لے تصویرِ رخ یہ منہ نہیں بہزاد کا
رنگ فق ہو جائے گا نقشا تمھارا دیکھ کر

اے صبا اللہ اکبر کاٹ تیغِ یار کا
غیر کو عشق آ گیا لاشا ہمارا دیکھ کر

(۷۴) — تعدادِ اشعار ۱۰، ص ص ۶۱ تا ۶۲

آئے گا جذبِ عشق اگر زور شور پر
مہتاب مثلِ باز گرے گا چکور پر

اب کی برس جنوں جو رہا زور شور پر
زنجیر ہم چڑھائیں گے مجنوں کی گور پر

پالا نہیں پڑا ہے ضعیفوں کی آہ سے
پھولا ہوا ہے دیوِ فلک اپنے زور پر

دشتِ عدم میں جا کے ستاؤں گا قیس کو
اب کی مرا جنوں ہے بڑے زور شور پر

قربان اپنی چشمِ حقیقت کے اے صبا
ہے ایک سی نگاہ سلیمان و مور پر

(۷۵)

تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۶۲ تا ۶۳

ساقیا نوروز ہے سامان کر
روح پر جمشید کی احسان کر

کام اپنا چھوڑ دے تقدیر پر
عقل آرائی نہ اے نادان کر

غیر کی توقیر ہم سے بھی سوا
یار کچھ تو سوچ، کچھ تو دھیان کر

دل کو یوں فرقت میں سمجھاتے ہیں ہم
اے مریضِ غم خدا پر دھیان کر

اے صبا کس شوخ کو دیتا ہے دل
ہوش میں آ دیکھ کر پہچان کر

(۷۶)

تعدادِ اشعار ۱۹، ص ص ۶۳ تا ۶۴

بیتابیِ دل نے زار پا کر
دے دے پٹکا اٹھا اٹھا کر

بیٹھے جو وہ شب نقاب اٹھا کر
بجھنے لگی شمع جھلملا کر

پھبتی کہتے ہیں ابرِ تر کی
اچھی سوجھی مجھے رلا کر

وہ مست ہیں عرش پر ٹکے ہاتھ
نشے میں گرے جو لڑکھڑا کر

جب کوچ کیا صبا عدم کو
رہ جائیں گے یار خاک اڑا کر

(۷۷)

تعدادِ اشعار ۱۹، ص ص ۶۴ تا ۶۵

موسیٰ نہ طور پر نہ مسیح آسمان پر
دونوں ڈھٹی دیے ہیں تجھے آستان پر

آتے تو دیکھتے لبِ جاناں کے معجزے
اچھے مسیح جا کے جمے آسمان پر

ملا نہیں جو ظاہر و باطن میں فرق ہو
جو دل میں ہے وہی ہے ہماری زبان پر

شاید کہ وہ پری ہے کہیں مسکرا رہا
بجلی چمک رہی ہے بہت آسمان پر

یوسف نکل کے چاہ سے زنداں میں پھنسے
رہتا ہے امتحان یہاں امتحان پر

یوں رہ جہاں میں کر پسِ مرگ اے صبا
رہ جائے ذکرِ خیر ہر اک کی زباں پر

(۷۸) تعدادِ اشعار ۲۲۔ ص ص ۶۵ تا ۶۶

دیکھے انجام کو آشفتۂ مژگاں کیوں کر
جائے اس صید کو یہ شیر نیستاں کیوں کر

رحم عاشق پہ کرے وہ بتِ ناداں کیوں کر
جان دینے کو جو کہیے تو کہے: "ہاں کیوں کر"

قد قیامت کا ملا، چال بلا کی پائی
آفتیں ڈھائے نہ وہ فتنۂ دوراں کیوں کر

ہم کو تو مل کے حسینوں سے بڑے رنج ہوئے
خوش رہا کرتے تھے پریوں میں سلیماں کیوں کر

میں وہ سرگشتہ ہوں پہنچے گی نہ تو گرد کو بھی
ساتھ دے گی مرا اے گردشِ دوراں کیوں کر

اے صبا کیا کہیں کس کس کا خیال آتا ہے
خاک اڑائیں نہ سرِ گورِ غریباں کیوں کر

(۷۹) تعدادِ اشعار ۲۴۔ ص ص ۶۶ تا ۶۷

ردیف ز

نچلا تو رہ کبھی فلکِ پیر چار روز
غمزے کی لے نہ اونٹ بے مہار روز

صیاد و باغباں نہ کریں کج ادائیاں
ناز و نیاز، بلبل و گل میں ہے چار روز

ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے
اے دل کجا حلاوتِ وصلِ نگار روز

جس روز سے کہ خاک پہ بیٹھے ہیں ہم فقیر
رہتے ہیں آسمان کے سر پر سوار روز

یارب چمن سے گل و بلبل کی خیر ہو
روتی ہے پھوٹ پھوٹ کے کیوں آبشار روز

کیفیتیں چمن میں ہیں، فصلِ بہار ہے
اڑتے ہیں قہقہے صفتِ آبشار روز

بچتا نہیں ہے الفتِ مژگاں میں آدمی
پڑتے ہیں ایک دل پہ ہزاروں کٹار روز

اک دن ضرور گل ہے صبا شمعِ زندگی
لایا جو آندھیاں یونہیں دل کا غبار روز

(۸۰) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۶۷ تا ۶۸

ردیف س

تیز ہے سودائے مژگانِ نگار اب کی برس
کوڑیوں کے مول بکتے ہیں کٹار اب کی برس

بادہ نوشی پر رہا دارو مدار اب کی برس
طاق پر رکھے رہے سب کاروبار اب کی برس

ہوش کس کو ہے جو پہنائے کسی کو بیڑیاں
ہو رہے ہیں آپ دیوانے بہار اب کی برس

ٹوٹی جاتی ہیں گلوں کے بار سے سب ڈالیاں
پھٹ پڑی ہے باغ میں کیسی بہار اب کی برس

مہندی مل کر پاؤں میں اس ٹھاٹھ سے پھرنا نہ تھا
کانپ کانپ اٹھے شہیدوں کے مزار اب کی برس

اے صبا جب سے ابھی تک ہے خزاں کا دور دور
آئے گی بھی یا نہ آئے گی بہار اب کی برس

(۸۱) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۶۸ تا ۶۹

ردیف ش

کم بہت رکھتا ہے دل کو چرخِ ناہنجار خوش
غم دیا سو بار تو شاید کیا اک بار خوش

ہے تری ہر بات کا انداز اے دلدار خوش
بندشِ دستار خوش، رفتار خوش، گفتار خوش

اس مرقعے میں عجب نقشا ہے دیکھ جس طرف
صورتیں دس بیس ناخوش ہیں جو ہیں چار خوش

جھونپڑوں میں ہم فقیروں کی بسر ہو جائے گی
اپنے محلوں میں رہیں اے آسماں زردار خوش

اپنے مذہب میں کسی کا بھی نہیں دل توڑتے
اے صبا کیوں ہوں نہ ہم سے کافر و دیندار خوش

(۸۲) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۶۹ تا ۷۰

ردیف ص

اللہ رے شب کو ترا اے ماہ لقا رقص
زہرہ نے کیا دور سے مجرا وہ کیا رقص

کیا کیا ترے کوچے میں بگولے نہیں اٹھتے
اڑ اڑ کے کیا کرتی ہے خاکِ شہدا رقص

زہرہ بھی جو تعلیم لے آکر تو بجا ہے
اے رشکِ پری اب تو ترا ہے وہ بلا رقص

زنداں سے جو اے جوشِ جنوں چھوٹنے پاؤں
صحرا میں کروں جا کے بگولے سے سوا رقص

چل ہند سے قند صبا طوفِ حرم کو
کرتا ہے برہمن کی طرح دیر میں کیا رقص

(۸۳) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۷۰ تا ۷۱

ردیف ض

مکروہ دغا ہے پیشِ بتانِ زمانہ فرض
واجب ہے ان کے دین میں حیلہ بہانہ فرض

واجب ہیں عشقِ بت میں ہزاروں اطاعتیں
زاہد پر اک نماز ہوئی پنج گانہ فرض

قسمت کے ماجرے میں قریب و بعید کیا
دریا میں سیپ، ابر پہ ہے آب و دانہ فرض

بر رُو تو دشمنوں کو بھی کہتے نہیں بُرا
تعریفِ دوست، دوست کو ہے غائبانہ فرض

بغض و حسد حرام ہے اپنے طریق میں
ملنا عدوے جاں سے بھی ہے دوستانہ فرض

منصور چڑھ کے دار پہ سردار بن گیا
درویش کو نہیں ہے دماغِ شہانہ فرض

کعبے میں شیخ ہوں تو برہمن ہوں دیر میں
ہر حال میں ہے خاطرِ اہلِ زمانہ فرض

مضمونِ پیچ دار ہیں مکروہ اے صبا
اشعار ہر زمیں میں ہیں عاشقانہ فرض

(۸۴) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ۷۱

ردیف ظ

باغِ عالم میں ہے بے رنگ بیانِ واعظ
صورتِ برگِ خزانی ہے زبانِ واعظ

مصر میں بھی نہ یہ فرعون کا عالم ہوگا
دیکھے مسجد میں کوئی شوکت و شانِ واعظ

حال معلوم ہوا نار و جناں کا کیوں کر
اس قدر تو نہیں اونچا ہے مکانِ واعظ

نام مے وہ ہے کہ لب پر جو کبھی آتا ہے
منہ سے باہر نکل آتی ہے زبانِ واعظ

پائے خُم بیٹھ کے نشے میں وہ باتیں کیجے
لوگ سمجھیں سرِ منبر ہے بیانِ واعظ

اے صبا خلد میں جاؤں کہ جہنم میں جلوں
نہ سنا ہے نہ سنوں گا میں بیانِ واعظ

(۸۵) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۷۲ تا ۷۳

ردیف غ

کبھی فروغ نہ پائیں گے پیشِ یار چراغ
وہ ماہ ایک طرف، اک طرف ہزار چراغ

وہ تیرہ دل ہوں سکورے بنیں گے کاجل کے
بنائیں گے مری مٹی سے گر کمہار چراغ

کسی کا عرس جہاں دیکھتا ہوں جلتا ہوں
تہِ مزار اندھیرا، سرِ مزار چراغ

ہوا سے شب کو رخِ یار کا اڑا جو نقاب
تو جھلملا گئے کیسے سب ایک بار چراغ

تمنّیاں ہوئیں ساقیِ مہ لقا کے لیے
جلائیں گھی کے صبا ہم شراب خوار چراغ

(۸۶) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ۷۳

ردیف ف

حلقے کمند کے ہیں نہیں حلقہائے زلف — سو پھانسیاں ہیں ایک ہوں میں مبتلائے زلف
سودا ہے ہم کو سنبلِ باغِ مراد کا — چلتی ہے اپنے گلشنِ دل میں ہوائے زلف
روزِ سیہ نصیب ہو موذی کے واسطے — دنیا میں کوئی ہو نہ پریشاں سوائے زلف
کھل جائے اپنی آنکھ معطر دماغ ہو — غش میں جو وہ پری ہمیں آکر سنگھائے زلف
نفرت کمال دل کو دو رنگی سے ہے صبا
ہم آشنائے رخ ہیں نہیں آشنائے زلف

(۸۷) تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ص ۷۳ تا ۷۴

ردیف ق

قدرتِ حق ہے زہے جلوہ کاشانۂ عشق — نورِ عرفاں ہے چراغِ رہِ بت خانۂ عشق
ہم وہ عاشق ہیں کہ طفلی میں نہ نیند آتی تھی — دایہ جب تک نہ بیاں کرتی تھی افسانۂ عشق
حالِ دل اُن سے جو کہیے تو وہ فرماتے ہیں — دل لگی کے لیے کیا خوب ہے افسانۂ عشق
عشقِ یوسف میں زلیخا نے بڑا نام کیا — واہ شاباش زہے ہمت مردانۂ عشق
اے صبا تخمِ محبت کا برا ہے ثمرہ
نخلِ تابوت ہو پیدا جو اُگے دانۂ عشق

(۸۸) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۷۴ تا ۷۵

شکستِ تارِ نفس ہو جو ہوں عدوئے فراق — ہمارا رشتۂ جاں ہے رگِ گلوئے فراق
شکست دیکھیے دیتا ہے آسماں کس کو — عدوِ فراق ہمارا ہے ہم عدوئے فراق
سفر کے جانے کی کیوں کر تمھیں اجازت دیں — کہو یہ اس سے جو رکھتا ہو آرزوئے فراق
خلاف مجھ سے جو ہر حال میں فلک رہتا — وصال کے لیے کرتا میں آرزوئے فراق
زمانِ عیش کے انجام پر نظر ہے مجھے
صبا وصال میں یاں ہے نگاہ سوئے فراق

(۸۹) ردیف ک تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ص ۷۵ تا ۷۶

مستی ہوگی تری اے غیرتِ گلشن کب تک — دیکھیے آئے بہارِ گلِ سوسن کب تک

اے اسیرانِ چمن حسرتِ گلشن کب تک
تا کجا آہ و فغاں، نالہ و شیون کب تک

ہوگا تا چند نہ خورشیدِ قیامت طالع
نہ اٹھاؤ گے نقابِ رخِ روشن کب تک

اری کہتا ہوں پردہ رخِ روشن سے اٹھا
شعلۂ حسن چراغِ تہِ دامن کب تک

کھولیے پنجۂ مژگاں سے درِ خانۂ یار
چشمِ حسرت طرفِ دیدۂ روزن کب تک

نازِ بے جا نہ کر اے یار وہ دن سن نہ رہے
بات اب تک چلی یہ لڑکپن کب تک

کفر و اسلام کے جھگڑے کو چکا دو صاحب
جنگ آپس میں کریں شیخ و برہمن کب تک

اے صبا دیجیے اب چل کے اذاں کعبے میں
دیر میں پھونکیے ناقوسِ برہمن کب تک

(۹۰) تعدادِ اشعار ۱۰ ص ۷۶ تا ۷۷

چشمِ زخم نگہِ اہلِ زمانہ کب تک
ایک دل سیکڑوں تیروں کا نشانہ کب تک

دلِ روشن پہ یہ سختی زمانہ کب تک
موردِ سنگِ بلا آئنہ خانہ کب تک

روزِ شبنم سوے خورشید رواں ہوتی ہے
جان ہوگی طرفِ یار روانہ کب تک

نقدِ جاں کو تنِ خاکی کہیں رکھ سکتا ہے
دیکھیں آگے یہ خرابہ نہ خزانہ کب تک

جبل سازی تری کھل جائے گی آخر اک دن
دیکھتا ہوں یہ چرب زبانی یہ بہانہ کب تک

یا الٰہی کہیں واعظ کا ہو کرنا کا موقوف
قصے آپس میں پڑے ہیں یہ فسانہ کب تک

غیر ممکن ہے رہے حالِ عناصر یکساں
چار دن کا ہے زمانہ یہ زمانہ کب تک

چاہ میں یوسفِ مقصد کی ہے دل ڈالوں ڈھل
کنوئیں جھکوائیں گے انبائے زمانہ کب تک

چشمِ آئینہ رہے دور سے کب تک نگراں
دانت زلفوں پہ لگائے رہے شانہ کب تک

(۹۱) تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۷۷

جگر کا داغ ہے یوں دل کے داغ کے نزدیک
چراغ جیسے ہو روشن چراغ کے نزدیک

ہجومِ حسرتِ کشتہ ہے داغِ دل کے قریں
مرے پڑے ہیں پتنگے چراغ کے نزدیک

نہیں ہیں ایک طرح سب طرف سے روشن دل
اندھیرا رہتا ہے پائے چراغ کے نزدیک

غمِ فراق بھی لو عشق میں نصیب ہوا
یہ داغ اور ہوا دل میں داغ کے نزدیک

بہار آنے پہ ہے اے صبا پئے گلگشت
ملے مکان تو لو عیش باغ کے نزدیک

(۹۲) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۷۷ تا ۷۸

یاں چشمِ حقیقت میں ہے سب دارِ فنا خاک
دکھلاتی ہے اپنی مجھے کیا نشو و نما خاک

اے اہلِ ہوس ہے ہوسِ دارِ فنا خاک
تعمیرِ مکاں سے ترے ہاتھ آئے گا کیا خاک

آسان نہیں دردِ محبت کا مداوا
عیسیٰ بھی جو آئیں گے تو ہوگی نہ شفا خاک

لقمہ دہنِ گور کا انساں ہے پسِ مرگ
وہ رزق رساں خاک کی کرتا ہے غذا خاک

ذرہ بھی نہیں ہے زرِ قارون کی یہاں قدر
دنیا کو سمجھتے ہیں ترے در کے گدا خاک

خونِ شہدا ہاتھ میں قاتل کے رچا ہے
اس رنگ پہ رنگ اپنا جمائے گی حنا خاک

اعلا سببِ عیش سے ہوتے ہیں مکدر
جب وجد میں آتی ہے اڑاتی ہے ہوا خاک

اب ہوں گے صبا کوہ کن و قیس نہ پیدا
سر کوہ سے ٹکرا، کہ بیاباں میں اڑا خاک

(۹۳) تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ص ۷۸ تا ۷۹

ردیف گ

روغنِ قاز ملتے ہیں، چرب زبانِ سبزہ رنگ
دھوکے ٹٹی رکھتے ہیں، دام کشانِ سبزہ رنگ

سبز قدم خزاں ہوئی، حسن کے سبزہ زار پر
سبزۂ خط سے مٹ گئی، شوکت و شانِ سبزہ رنگ

خون تمام جسم کا، دم میں ہوا ہرا بھرا
دل میں غضب سما گیا، روحِ روانِ سبزہ رنگ

چہرے سے جب نقاب اٹھا، اور ہی رنگ جم گیا
قصرِ زمرد میں بنا، صاف مکانِ سبزہ رنگ

سبزۂ خط عیاں ہوا، گالوں میں اب چمک گیا
اور ہی روپ ہو گیا، حسنِ بتانِ سبزہ رنگ

قمری کے دل کے اے صبا، نعرے یہی ہیں ہجر میں
ہائے نگارِ سرو قد، ہائے جوانِ سبزہ رنگ

(۹۴) تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۷۹ تا ۸۰

نیرنگِ آسماں سے جمے گا قضا کا رنگ
بگڑے گا خاک و آتش و آب و ہوا کا رنگ

چلنے میں کم نہیں ہے نسیمِ بہار بھی
لائے مگر کہاں سے تری بادِ پا کا رنگ

حرص و ہوا ہے خانۂ دل میں بھری ہوئی
ممکن نہیں سمائے جو فقر و فنا کا رنگ

نقش و نگارِ خانۂ دنیا ہے بے ثبات
مرنے کے بعد ایک ہے شاہ و گدا کا رنگ

دو دن اگر خزاں ہے تو دو دن بہار ہے
اک رنگ پر کبھی نہیں رہتا ہوا کا رنگ

حرص و ہوائے باغِ جہاں میں خراب ہے
مدت سے دیکھتے ہیں یہی ہم صبا کا رنگ

(۹۵) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ۸۰

ردیف ل

اے صنم سب ہیں ترے ہاتھوں سے نالاں آج کل
صورتِ ناقوس ہیں گبر و مسلماں آج کل

موسمِ جوشِ جنوں ہے، جامۂ گل کی طرح
خود بہ خود ہوتے ہیں ٹکڑے جیبِ و داماں آج کل

یاد کرتے ہیں کسی کے مصحفِ رخسار کو
طاقِ نسیاں پر رکھا ہے ہم نے قرآں آج کل

ان دنوں ہیں زور ہوتا ہے ہمیں جوشِ جنوں
بھاگتا ہے چھوڑ کر مجنوں بیاباں آج کل

جو حسیں ہے گرد ہے اس بادشاہِ حسن کے
رہتا ہے پریوں کے جھرمٹ میں سلیماں آج کل

سامنا ہر روز کا ہے اس بتِ سفاک سے
اے صبا اللہ ہے اپنا نگہباں آج کل

(۹۶) تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ۸۱

ردیف م

اے چشم غرقِ آبِ فنا ہو جہاں تمام
خالی حباب وار رہے آسماں تمام

غارت ہیں صبر و طاقت و تاب و تواں تمام
اے ترک تو نے لوٹ لیا کارواں تمام

پھولوں سے بلبلوں نے بھرے آشیاں تمام
گلشن میں باغ باغ رہیں باغباں تمام

اک ایک سے بگاڑ نہ ہو بات بات پر
قصہ تمام ہے جو ہو یہ این و آں تمام

سامانِ دہر صورتِ نقشِ بر آب ہے
مثلِ حباب و موج ہیں طبل و نشاں تمام

ممکن نہیں ہے بندِ علائق سے چھوٹنا
جب تک نہ ہوگی مدت قیدِ جہاں تمام

بعدِ فنا بھی نعمتِ دنیا پہ دانت ہے
دنداں دہانِ گور میں ہیں ہڈیاں تمام

ثابت ہوا ہمیں یہ شکستِ حباب سے
حادث ہے بے ثبات ہے بحرِ جہاں تمام

واعظ کی کوئی بھی نہ سنے گا بہار میں
چھٹ جائیں گے اسیرِ طلسمِ بیاں تمام

کیا خاک بن پڑے گا صبا اہلِ باغ سے
اک بار جھک پڑے گی جو فوجِ خزاں تمام

(۹۷) تعدادِ اشعار ۱۱۔ ص ص ۸۱ تا ۸۰

حشر ہوتا کھینچتے گر آہِ پُر تاثیر ہم
صبح ہو جاتی جو کرتے نالۂ شبگیر ہم

کر نہیں سکتے دہانِ یار میں تقریر ہم
رہتے ہیں خاموش پھر دل صورتِ تصویر ہم

کھو چکے قاصد کو خط کر کے انھیں تحریر ہم
رو چکے لکھتے کو اپنے خوب اے تقدیر ہم

عشقِ کامل نے دیا ہے حسن کا رتبہ ہمیں
آئنے میں دیکھتے ہیں یار کی تصویر ہم

اے صبا بحرِ جہاں میں ایک دم کے واسطے
کیا حباب آسا بھلا کرتے مکاں تعمیر ہم

(۹۸) تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۸۲ تا ۸۳

نکلیں کہیں احاطۂ وہم و گماں سے ہم
باز آئے اس زمین سے اس آسماں سے ہم

ہرگز سما سکیں گے نہ میدانِ حشر میں
اتنے گناہ لے کے چلے ہیں یہاں سے ہم

گلشن بھی ہے، شراب بھی ہے ابر بھی ہے
یادش بخیر یار کو لائیں کہاں سے ہم

یہ جذبِ حسن و عشق ہوا جانبین سے
آخر وہاں سے آپ چلے اور یہاں سے ہم

باقی رہے نہ فرق زمیں آسماں میں
اپنا قدم اٹھالیں اگر درمیاں سے ہم

واعظ ترے بیاں کو ہمارا سلام ہے
سن لیں گے چار شعر کسی کی زباں سے ہم

یارانِ زندگاں کے لیے خاک اڑاتے ہیں
پیچھے پڑے ہیں گردِ سپہ کارواں سے ہم

اس سقفِ کج مدار کا کیا اعتبار ہے
یارب نکل کے جائیں کہاں آسماں سے ہم

فصلِ خزاں چمن میں جو آئی تو اے صبا
روئے لپٹ لپٹ کے بہت باغباں سے ہم

(۹۹) تعدادِ اشعار ۶۔ ص ۸۳

ابر ہیں دیدۂ پُر آب سے ہم
برق ہیں دل کے اضطراب سے ہم

سو طرح کی غرض نکلتی ہے
کیوں نہ مطلب رکھیں جناب سے ہم

دم میں موجِ فنا مٹا دے گی
بحرِ ہستی میں ہیں حباب سے ہم

بے وفاؤں سے ہے وفا مطلوب
طالبِ آب ہیں سراب سے ہم

زندگی ہو گئی عذاب ہمیں
گزرے زاہد ترے ثواب سے ہم

تنگ آئے ہیں، تنگ آئے ہیں
اس دلِ خانماں خراب سے ہم

(۱۰۰) تعدادِ اشعار ۱۱۔ص ص ۸۳ تا ۸۴

ردیف ن

فصلِ گُل ہے، زاہدوں کو غم ہے مے کش شاد ہیں
مسجدیں سُونی پڑی ہیں بھٹیاں آباد ہیں

عاشقوں میں فرد ہیں، نکتے وہ ہم کو یاد ہیں
قیس کے اُستاد ہیں، فرہاد کے اُستاد ہیں

خوش ہیں یہ روئے کوئی، تڑپے کوئی یہ شاد ہیں
خُوبرو خونریز ہیں، قتال ہیں، جلّاد ہیں

غافلو یہ چنگ کے نالوں سے آتی ہے صدا
کل وہ گھر ویران ہوں گے آج جو آباد ہیں

مجھ سے کچھ سُنتا ہے، جا کر غیر سے کہتا ہے کچھ
اے بُتِ پُرفن تجھے کیا کیا ہنر یاد ہیں

آ کے صحرا میں نہ مُنہ پھر جانبِ گلشن کیا
نکہتِ گُل کی طرح ہم خانماں برباد ہیں

شرم سے گھٹتے ہیں خوش قد قدِ جاناں دیکھ کر
مثلِ چوبِ خشک آرے کے تلے شمشاد ہیں

ضعف سے غش آگیا تھا اے صبا جیتا ہوں میں
دوست کیوں روتے ہیں، دشمن اس قدر کیوں شاد ہیں

(۱۰۱) تعدادِ اشعار ۱۱۔ص ص ۸۴ تا ۸۵

ممکن نہیں گزر ہو جو اُن کے مکان میں
تھگلی بھی ہم لگائیں اگر آسمان میں

نیرنگی نصیب ہے غم کے بیان میں
سو رنگ کے طلسم ہیں اک داستان میں

طوفانِ اشک سے نہ کہیں ہو زمانہ غرق
کچھ سُوجھتا نہیں ہمیں رونے کے دھیان میں

کہتا ہے مجھ سے سُن کے دعائے وصالِ یار
تاثیر کچھ نہیں ہے تمھاری زبان میں

ڈوبی ہر ایک شاہد آبی کی آبرو
مجمع بتوں کا ہے لبِ دریا نہان میں

کیوں کر نہ اے صبا ہو ہر اک کو سرِ غرور
پھونکا نہیں ہے کس کے فرشتے نے کان میں

(۱۰۲) تعدادِ اشعار ۷۔ص ۸۵

آفت کا زور ضعف پکڑتا ہے ہجر میں
انساں تو کیا ہے دیو پچھڑتا ہے ہجر میں

چین ایک دم نہیں مجھے پڑتا ہے ہجر میں
خنجر کوئی گلے پہ رگڑتا ہے ہجر میں

کیوں کر نکالوں مُنہ سے میں حرفِ وصالِ یار
جو دانت ہے زبان پکڑتا ہے ہجر میں

روتا ہے آسمان مرے حالِ زار پر
بارانِ غم ہے مینھ نہیں پڑتا ہے ہجر میں

وصلت میں مجھ سے پُوچھتا ہے یار اے صبا
کس طرح چین آپ کو پڑتا ہے ہجر میں

(۱۰۳) تعداد اشعار ۱۷۔ ص ص ۸۵ تا ۸۶

مغتنم ہے باغ عالم کی ہوا دو چار دن
صورتِ گل ہے یہاں نشو و نما دو چار دن

سبزۂ خط کا نمو ہے چاند سے رخسار پر
اور رخ پر چھوڑ لو زلفِ دوتا دو چار دن

مدعائے وصل سن کر وہ صنم کہنے لگا
بیٹھ کر مسجد میں کر یادِ خدا دو چار دن

روز آتی ہے لبِ گورِ غریباں سے صدا
شادی و غم ہے پئے شاہ و گدا دو چار دن

دام پیدا کیجیے، مے ہو چکی، مفلس ہوئے
بیٹھیے مسجد میں بن کر پارسا دو چار دن

نکہتِ گل پھر کہاں، بادِ بہاری پھر کہاں
باندھ لے اے باغباں اپنی ہوا دو چار دن

زاہدوں کی رال ٹپکے گی مے گلرنگ پر
گر رہی یونہیں گلستاں کی ہوا دو چار دن

اب تو میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے
ہو چکی ہونی جو تھی جور و جفا دو چار دن

بادۂ گلگوں چلے ہر روز چل کر باغ میں
موسمِ گل کے یہی ہیں اے صبا دو چار دن

(۱۰۴) تعداد اشعار ۱۵۔ ص ص ۸۶ تا ۸۷

سختیاں کچھ روز مرنے کی ہوس میں کھینچ لیں
اور آہیں آمد و رفتِ نفس میں کھینچ لیں

ہم اسیروں کے اگر نالے کشش پیدا کریں
وسعتِ صحنِ چمن گنجِ قفس میں کھینچ لیں

دسترس اتنا تو ہو بیٹھیں جو وہ غیروں کے پاس
اپنے پہلو میں انھیں دے دے کے قسمیں کھینچ لیں

ہم وہ بلبل ہیں اگر چاہیں تو جذبِ آہ سے
آتشِ گل آشیاں کے خار و خس میں کھینچ لیں

یہ چلن اچھا نہیں رہ جائے پھر کیا اے پری
ہاتھ اگر اک دن سرِ بازارِ دس میں کھینچ لیں

اے صبا کیا منہ ہزاران چمن جو آپ سے
ایک نالہ تو زیادہ سو برس میں کھینچ لیں

(۱۰۵) تعدادِ اشعار ۱۴۔ ص ۸۷

طاق ہو نظارہ آئینۂ ادراک میں
شش جہت کی سیر کر اک اپنی مشتِ خاک میں

غافلو بیٹھے ہو کیا فکرِ زر و املاک میں
اٹھ کھڑے ہو فرشِ مسند کو ملا کر خاک میں

اس قدر گھبرا کے اے قاتل نہ مجھ کو ذبح کر
خون کے دھبے نہ لگ جائیں کہیں پوشاک میں

گردشِ افلاک نے پامال کر ڈالا مجھے
حسرتیں کیا کیا مرے دل کی ملا دیں خاک میں

اے صبا باد بہاری بھی ہے مثلِ گردِ راہ
روح کا عالم ہے اُن کے توسنِ چالاک میں

(۱۰۶) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۸۷ تا ۸۸

بوئے گل کو در و دیوارِ چمن کیا روکیں
ہم کو وحشت میں غریب اہلِ وطن کیا روکیں

نعشِ خاشاک سے دریا بھی کہیں رکتے ہیں
خونِ زخمِ شہدا تارِ کفن کیا روکیں

نازکوں سے بھی کہیں اٹھتا ہے بارِ سختی
بارشِ ژالہ کو گلہائے سمن کیا روکیں

کریں جھوٹا سرِ بازار تجھے کیوں کر ہم
وعدۂ وصل پہ اے عہد شکن کیا روکیں

شرر جستہ ہیں بیتابیِ سوزِ غم سے
اے صبا آپ کو ہم سوختہ تن کیا روکیں

(۱۰۷) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۸۸ تا ۸۹

عشق کا اختتام کرتے ہیں
دل کا قصہ تمام کرتے ہیں

قہر ہے قتلِ عام کرتے ہیں
ترکِ ترکی تمام کرتے ہیں

طاقِ ابرو سے اُن کے در گزرے
ہم یہیں سے سلام کرتے ہیں

شیخ اُس سے پناہ مانگتے ہیں
برہمن رام رام کرتے ہیں

جوہری پر ترے دُرِ دنداں
آب و دانہ حرام کرتے ہیں

یا الٰہی حلال ہوں واعظ
دخترِ رز کو حرام کرتے ہیں

آپ کے مُنہ لگی ہے دخترِ رز
باتیں ہونٹوں سے جام کرتے ہیں

قابلِ گفتگو رقیب نہیں
آپ کس سے کلام کرتے ہیں

رات بھر میرے نالۂ پُر درد
نیند اُن کی حرام کرتے ہیں

اے صبا کیوں کسی کا دل توڑیں
کعبے کا احترام کرتے ہیں

(۱۰۸) تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۸۹ تا ۹۰

بندے کے لیے جو آفتیں ہیں
اے عشق تری کرامتیں ہیں

دو دن کی حیات پر فلک سے
کیا کیا شکوے شکایتیں ہیں

ہم مست ہیں اور دختِ رز ہے
دن رات پری سے صحبتیں ہیں

مجنوں ہے کہیں، کہیں فرہاد
اُلفت کی عجیب صورتیں ہیں

دُنیا جو ہے خاکداں تو ہم تم
گویا مٹی کی مورتیں ہیں

بندہ ترے شکر میں ہے قاصر — اللہ بڑی عنایتیں ہیں
دردو غم و یاس و داغِ حرماں — اک دل ہے ہزار آفتیں ہیں

یہ ظاہر و باطنِ صبا ہے
اشک آنکھوں میں دل میں حسرتیں ہیں

(۱۰۹) — تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۹۰ تا ۹۱

کیا پُر آشوب ہے دیارِ چمن — ایک اک گُل ہے تاجدارِ چمن
گُل خزاں ہوں گے بلبلیں تہ دام — کیا بُرا ہے مآل کارِ چمن
جوش کھاتا ہے وحشیوں کا لہو — رنگ لائے گی کچھ بہارِ چمن
موسمِ گُل ہے دن خوشی کے ہیں — قہقہہ زن ہے آبشارِ چمن

رہے سرسبز اے صبا وہ گُل
فیض سے جس کے ہے بہارِ چمن

(۱۱۰) — تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۹۱ تا ۹۲

خاکساری کا چلن خوفِ زیاں رکھتا نہیں — بیم قزاقاں غبارِ کارواں رکھتا نہیں
پاسِ رسوائی سے میں منہ میں زباں رکھتا نہیں — چشمِ تر رکھتا نہیں لب پر فغاں رکھتا نہیں
زاہدو دریائے مے سے پھر کنارہ کس لیے — شکِ نجاست کا اگر آبِ رواں رکھتا نہیں
ہو گیا روشن جو دیکھی گردشِ لیل و نہار — ایک صورت پر کسی کو آسماں رکھتا نہیں
مستِ بادہ رہتا ہوں تیری عنایت سے مدام — ساقیا میں رندِ فکرِ دو جہاں رکھتا نہیں

منزلِ جاناں میں جائیں گے کمندِ آہ سے
اے صبا بامِ حقیقت نردباں رکھتا نہیں

(۱۱۱) — تعدادِ اشعار ۱۱۔ ص ۹۲

کسی جگہ نہ ملا نقشِ حسن زمانے میں — پھرے قلم کی طرح ایک ایک خانے میں
مفردنی کو ہے سائل سے اس بہانے میں — کہ ہاتھ کام میں ہے اور زر خزانے میں
ہنسی ہیں اہلِ چمن کو بہت نہ لے اے گُل — بسو رہیں کہیں غنچے نہ مسکرانے میں
تمہارے گیسوؤں تک اپنا دسترس ہوگا — نصیب کا یہ لکھا مو بمو ہے شانے میں
صبا سے حال نہ پوچھو کدورتِ غم کا — ہے اپنے نام کا آندھی ہے خاک اڑانے میں

(۱۱۲) تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۹۲ تا ۹۳

لی یار نے جو زلفِ سیہ فام ہاتھ میں
رنگِ حنا ہوا شفقِ شام ہاتھ میں

اک شہسوارِ حسن سے ہے وصل رات دن
یاں ہے عنانِ ابلقِ ایام ہاتھ میں

مجھ بادہ کش کو بھی وہیں پہنچا مرے کریم
حوریں جہاں کھڑی ہیں لیے جام ہاتھ میں

لازم ہے آدمی کے لیے اک نہ اک ہنر
کیا عیب ہے یہ ہے جو کوئی کام ہاتھ میں

جامِ جہاں نما اسے سمجھوں میں اے صبا

(۱۱۳) ساقی جو اپنے ہاتھ سے دے جام ہاتھ میں (تعدادِ اشعار ۲۰۔ ص ص ۹۳ تا ۹۴)

عدم سے آئے ہیں اُن کے خیالِ روئے روشن میں
چراغِ جاں ہے داغِ عشق اپنے خانۂ تن میں

لٹایا اس قدر جوشِ جنوں نے ہم کو کانٹوں پر
ہزاروں خون کے دھبے لگے صحرا کے دامن میں

برائے فاتحہ آئے جو وہ ہم راہ غیروں کے
تڑپ کر رہ گیا لاشہ ہمارا کنجِ مدفن میں

تری باتیں جو اے رشکِ چمن یاد آ گئیں مجھ کو
بہت رویا میں سن کر چھپے بلبل کے گلشن میں

ستم پر پارہا طفلی میں بھی اس بت کے ہاتھوں سے
ہزاروں دل کھلونوں کی طرح توڑے لڑکپن میں

بسر کرتی ہے خلقت چار دن کی زیست رو رو کر
نہیں جز دانہ ہائے اشک کچھ ہستی کے خرمن میں

ہوائے دوست میں ہم بھی پھرے ہیں اے صبا کیا کیا

(۱۱۴) حرم میں، دیر میں، بت خانے میں، صحرا میں، گلشن میں (تعدادِ اشعار ۱۲۔ ص ص ۹۴ تا ۹۵)

دمبدم ساقی و مطرب کو صدا دیتے ہیں
موسمِ گل میں ہم اک دھوم مچا دیتے ہیں

کون سنتا ہے تری جوشِ جنوں میں ناصح
خضر بھی آئیں تو ہم راہ بتا دیتے ہیں

صاف قلقل سے صدا آتی ہے "آمین آمین"
اپنے ساقی کو جو ہم رند دعا دیتے ہیں

یہ نئے طور کا انصاف ہے اُن کے گھر میں
غیر کرتے ہیں خطا ہم کو سزا دیتے ہیں

چاندنی راتوں میں اکثر ترے در پر آ کر
تجھ کو آواز ہم اے ماہِ لقا دیتے ہیں

خط کے آنے سے نہ کچھ حسن پہ حرف آئے گا
ہم نوشتہ تجھے اے مہرِ لقا دیتے ہیں

رو برو اُن کے صبا کی جو غزل گاتا ہے

(۱۱۵) چٹکیوں میں وہ مغنی کو اڑا دیتے ہیں (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۹۵)

دیکھ کر خوش رنگ اُس گل پیرہن کے ہاتھ پاؤں
پھول جاتے ہیں جوانانِ چمن کے ہاتھ پاؤں

ہم وہ مے کش ہیں جو ہوتا ہے ہمیں رنجِ خمار
ٹوٹتے ہیں ساقیِ پیماں شکن کے ہاتھ پاؤں

کاٹ ڈالا دستِ شاخِ گُل کو، پائے سرو کو — باغباں نے دیکھ کر اُس گُل بدن کے ہاتھ پاؤں
ہو گئے خم ٹھوک کر دیو خزاں کے سامنے — کیا کسیلے ہیں جوانانِ چمن کے ہاتھ پاؤں

شاہدِ مقصد تمھیں بے واسطہ مل جائے گا

(۱۱۶) اے صبا چومو نہ شیخ و برہمن کے ہاتھ پاؤں (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ۹۵ تا ۹۶)

جناب یوسف اگر بزمِ دلستاں دیکھیں — جو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو وہ سماں دیکھیں
وہ ہم نہیں چمنستاں کی جو خزاں دیکھیں — دکھائے گا ہمیں کیا رنگ آسماں دیکھیں
ہزاروں بارِ غم اک مشتِ استخواں کے لیے — مری بساط تو یہ ہفت آسماں دیکھیں
بہار آئے الٰہی وہی سماں پھر ہو — پھر ایک جا گُل و بلبل کو باغباں دیکھیں
جو زندگی ہے تو اک دن یہ حال ہونا ہے — نہ چشمِ کم سے ضعیفوں کو نوجواں دیکھیں
چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند — ابھی دکھائے گا کیا کیا نہ آسماں دیکھیں
نہیں ہر ایک کے حصے میں دولتِ دیدار — خدا دکھائے تو زاہد سوئے بتاں دیکھیں

صبا بہت طرفِ زلفِ یار دیکھتے ہیں

(۱۱۷) کہیں نہ پاؤں میں پڑ جائیں بیڑیاں دیکھیں (تعدادِ اشعار ۶، ص ۹۶)

فکرِ کونین کی رہتی نہیں مے خواروں میں — غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے یاروں میں
دھوم ہے پیرہنِ یار کی بازاروں میں — چٹھیاں پڑتی ہیں یوسف کے خریداروں میں
سج دیا حسرتِ عشاق نے اُس بت کا مکاں — قدِ آدم ہیں لگے آئنے دیواروں میں
دیکھ کر عارضِ رنگیں پہ غبارِ خطِ یار — باغباں خاک اڑانے لگے گلزاروں میں

اے صبا قمریاں اُس سرو کا دم بھرتی ہیں

(۱۱۸) ہے نسیمِ چمن اُس گُل کے ہواداروں میں (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ۹۷)

گر محبت کا دل میں داغ نہیں — خانۂ کعبہ میں چراغ نہیں
یہ نشاں ہے مزارِ عاشق کا — چادرِ گل نہیں چراغ نہیں
کیسے کیسے رفیق چھوٹ گئے — ہائے کس کس کا دل پہ داغ نہیں
حالِ عمرِ دو روزہ کیا کہیے — ایک دم رنج سے فراغ نہیں
سر پہ احسان لیں امیروں کا — ہم فقیروں کا یہ دماغ نہیں
چل بسے ہیں نسیم جس دن سے — اے صبا وہ ہوائے باغ نہیں

(۱۱۹) تعدادِ اشعار ۱۸، ص ص ۹۷ تا ۹۸

فرق آئے گا جو مجھ رند کے سامانوں میں
مغبچے روئیں گے سر پیٹ کے مے خانوں میں

ہم وہ قانع ہیں زمانے میں کہ اپنے آگے
ایک نعمت نہیں افلاک کے نوخوانوں میں

زلفِ لیلیٰ کی طرح خوب پریشاں ہوگا
قیس پھنس جائے گا جس دن ترے دیوانوں میں

دختِ رز بھی تنگ ظرف ہے کیا اے ساقی
خم سے شیشوں میں گئی شیشوں سے پیمانوں میں

غل مچائیں ارنی کا ہم اگر اے موسیٰ
لن ترانی کی نہ آواز پڑے کانوں میں

اے شہِ حسن یہ اعلا ہے تری بزمِ شراب
جامِ جم جس کے ہے ٹوٹے ہوئے پیمانوں میں

چمنِ کوچۂ جاناں سے جو نکلے باہر
اے صبا خاک اڑاؤ گے بیابانوں میں

(۱۲۰) (تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۹۸ تا ۹۹)

تقریرِ اختلاف میں کیوں کر بڑھے نہیں
ہندو پڑھے نہیں کہ مسلماں پڑھے نہیں

کیوں کر پلِ صراط سے اتریں گے حشر کو
جو لوگ تیغِ عشق کے منہ پر چڑھے نہیں

ہم غافلوں کی موت کا یہ انتظار ہے
آنکھیں ہیں تربتوں کی، زمیں میں گڑھے نہیں

کیا جانیں زاہدوں کی جو الفت کا نام لیں
ان ٹھرجیوں کے خاک کبھی دل بڑھے نہیں

کیا توڑ پر خزاں میں مرا سیلِ اشک ہے
تھالوں کی جا چمن میں کہاں پر گڑھے نہیں

اے گل نئی قبا کے پہننے کا لطف کیا
جب تک کہ آستین کسی پر چڑھے نہیں

بحثِ جمال آپ نہ یوسف سے کیجیے
بازاریوں سے مفت میں قصہ بڑھے نہیں

ہم عاشقوں میں اور بکھیڑا سوا ہوا
اے ترک شر بڑھا ترے گیسو بڑھے نہیں

کیا بے حساب ہیں تری رنگیں بیانیاں
دو شعر ایک دن بھی صبا کے پڑھے نہیں

(۱۲۱) (تعدادِ اشعار ۲۱، ص ص ۹۹ تا ۱۰۰)

آنکھ سے آنکھ آج تک کیوں اے قمر ملتی نہیں
دل کبھی ملتا نہیں جب تک نظر ملتی نہیں

کہتے ہیں سچ ہی، عدم کی کچھ خبر ملتی نہیں
ہم تو کیا ہیں ان کو بھی اپنی کمر ملتی نہیں

سیرِ ہفت اقلیم اسکندر سے یہ ثابت ہوا
بیٹھ رہنے کو کہیں جا ہاتھ بھر ملتی نہیں

دور کر للہ یہ غفلت کا پردہ دور کر
کچھ تجھے اپنی خبر اے بے خبر ملتی نہیں

ذبح کرتا ہے شبِ وصلت میں تیرا بولنا
کیا کریں اس دم چھری مرغِ سحر ملتی نہیں

ہائے کس صورت سے حالِ رفتگاں معلوم ہو
کیا قیامت ہے کسی کی کچھ خبر ملتی نہیں

آدمی چاہے تو دیوِ آسمان کو مار لے
نفسِ سرکش پر مگر فتح و ظفر ملتی نہیں

چاہیے بہرِ تلاشِ یار از خود رفتگی
منزلِ مقصود، بے قصدِ سفر ملتی نہیں

اے صبا واللہ سچ ہے جان کا صدقہ ہے مال
یہ وہ دولت ہے کہ جو بارِ دگر ملتی نہیں

(۱۲۲) (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ص ۱ تا ۱۰)

کس منہ سے کہیں گناہ کیا ہیں
توبہ ہے، روسیاہ کیا ہیں

اللہ ہے عفو کرنے والا
میں کیا ہوں مرے گناہ کیا ہیں

کٹ جائے گی عمرِ چند روزہ
فکریں شام و پگاہ کیا ہیں

دل ہے تو زیادہ اس سے ہوں گے
یہ نالہ و اشک و آہ کیا ہیں

اُن کی آمد جو اے صبا ہے
سب مطلب رو براہ کیا ہیں

(۱۲۳) (تعدادِ اشعار ۱۹، ص ص ۱ تا ۱۰)

یہی عالم رہے بس موسمِ گل کا زمانے میں
رہیں آباد بلبل اپنے اپنے آشیانے میں

بھرا ہے حسرتوں سے جس قدر دل اس زمانے میں
کبھی درہم نہ ہوں گے اتنے قارون کے خزانے میں

نہ یوسف ہے نہ لیلیٰ ہے نہ شیریں ہے نہ عذرا ہے
زہے تقدیر ہم پیدا ہوئے ہیں کس زمانے میں

ہمیں کو رنج دے کر الٹے ہم سے شکوے کرتے ہو
جواب اپنا نہیں رکھتے ہو تم باتیں بنانے میں

قفس میں کس لیے بے تاب رہتا ہے تو اے بلبل
سوائے خار و خس کے اور کیا ہے آشیانے میں

بنائے دیر و کعبہ کا سبب کیا جانیے کیا ہے
نہیں ہے دخل بندے کو خدا کے کارخانے میں

صبا جی چاہتا ہے بس گریباں چاک کرنے کو

(۱۲۴) (تعدادِ اشعار ۲۲، ص ص ۱۰۲ تا ۱۰۳)

کہیں راحت نہیں پاتے فلک کے شامیانے میں

رنگ ہے اے ساقیِ سرشار قیصر باغ میں
پھول پیتے ہیں ترے مے خوار قیصر باغ میں

دیکھ کر رنگیں ترا رخسار قیصر باغ میں
گل سے بلبل ہو گئی بیزار قیصر باغ میں

شاہدِ گل موتیوں میں لد رہے ہیں آج کل
ابرِ تر رہتا ہے گوہر بار قیصر باغ میں

دور میں سلطانِ عالم کے ہیں یہ کیفیتیں
غیرتِ جم ہے ہر اک مے خوار قیصر باغ میں

جائیے وقتِ مسیحائی ہے اے روحِ رواں
منتظر ہے نرگسِ بیمار قیصر باغ میں

نکہتِ گل سے صبا ہم مست رہتے ہیں مدام
بادۂ گلگوں نہیں درکار قیصر باغ میں

(۱۲۵) (تعدادِ اشعار ۲۴۔ ص ص ۱۰۳ تا ۱۰۴)

سُرخ ٹھہرا ترے رُخ سے گُلِ احمر کس دن
سرو نکلا قدِ موزوں کے برابر کس دن

ذکرِ بادہ نہیں لاتا ہے زباں پر کس دن
مُنہ کی کھاتا نہیں واعظ سرِ منبر کس دن

وعدۂ حشر پہ کیا جان مری جلتی ہے
اپنا دیدار کیا اُس نے مقرر کس دن

معرکہ روز کا ہے چرخِ ستم پرور سے
یا الٰہی یہ مہم دیکھیے ہو سر کس دن

رنج دیتا ہے صبا کو فلکِ مینائی
ساقی کو تر کس دن

(۱۲۶) لیجیے گا خبر اے (تعدادِ اشعار ۲۳۔ ص ص ۱۰۴ تا ۱۰۵)

یہ محو ہیں کہ ذرا غم نہیں ملال نہیں
ترا خیال ہے اپنا ہمیں خیال نہیں

وہ نیک ہیں کہ بدی کی طرف خیال نہیں
کسی طرح کا کسی سے کبھی ملال نہیں

ملال کے لیے خلقت ہوئی ہے آدم کی
وہ آدمی ہی نہیں ہے جسے ملال نہیں

ہم آئنے کو بھی یوں تو بُرا نہیں کہتے
مگر ترے رُخِ شفاف کی مثال نہیں

کوئی حرم میں کوئی بُت کدے میں سمجھا ہے
جدھر ہے یار کسی کا اُدھر خیال نہیں

یہ ہم جلیس یہ ہم دم ہیں بزمِ ہستی تک
لحد میں کوئی کسی کا شریکِ حال نہیں

مقابلہ کرے وسعت میں وسعتِ دل کا
زمیں تو کیا ہے فلک کی بھی یہ مجال نہیں

خدا نے دی ہے عجب منزلت محبت کو
یہ بزم وہ ہے کہ جس میں صفِ نعال نہیں

شباب کی سی کہاں جھانک تاک پیری میں
یہ آنکھیں ہیں وہی لیکن وہ دیکھ بھال نہیں

شرابیوں کو بھلا عمرو زید سے مطلب
ہماری بزم میں ہو حق ہے قیل و قال نہیں

جفا و جور کا شکوہ نہیں کیا جاتا
نہیں نہیں ہمیں کچھ آپ سے ملال نہیں

صبا یہ حال ہوا ہے غمِ محبت میں
بدن میں جان نہیں پیرہن میں حال نہیں

(۱۲۷) (تعدادِ اشعار ۲۲ ص ص ۱۰۶ تا ۱۰۷)

محو ہیں نظارۂ چشمِ بتِ بے پیر میں
رہ گیا ہے چھد کے اپنا دل مژہ کے تیر میں

داغِ حرماں دردِ دل زخمِ جگر گردِ ملال
کاتبِ تقدیر نے کیا کیا لکھا تقدیر میں

عالمِ پیری میں اے دل خاکساری چاہیے
کیا حلاوت بخشتی ہے یہ شکر اس شیر میں

بھیجتا کیوں کر نہ خط لکھ کر میں اس سفاک کو
رو دل قاصد کو یہ لکھا تھا مری تقدیر میں

روح و قالب کی حقیقت دیکھ کر ثابت ہوا
بند لیلیٰ کو کیا ہے خانۂ زنجیر میں

کاتبِ قدرت نے اچھی دل لگی کی اے صبا

(۱۲۸) حرفِ الفت کے سوا لکھا نہ کچھ تقدیر میں (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۱۰۷)

یہ اُلجھ پڑنے کی خُو اچھی نہیں — بے محابا گفتگو اچھی نہیں
مار ڈالا اشتیاقِ یار نے — اِس قدر بھی آرزو اچھی نہیں
جُھک کے مل سب سے برنگِ شاخِ گُل — سرکشی اے سرو جُو اچھی نہیں
خانۂ دل کی ہے رونق عشق سے — زندگی بے آرزو اچھی نہیں
سخت باتوں کا تری کیا دیں جواب — بحث ہوئی دو بدو اچھی نہیں
تجھ سے بہتر ہے اندھیری قبر کی — اے شبِ غم خاک تو اچھی نہیں

اے صبا آوارگی سے ہاتھ اُٹھا

(۱۲۹) خاک اڑانی کُو بہ کُو اچھی نہیں (تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۱۰۷ تا ۱۰۸)

فلاسفہ ترا نظارۂ جمال کریں — صفائے جوہرِ آئینۂ خیال کریں
دلوں میں گبر و مسلماں ذرا خیال کریں — خدا کے واسطے قصّے کا انفصال کریں
یہ مُنہ کہاں ترے آگے جو عرضِ حال کریں — مجال ہی نہیں جنبش لبِ سوال کریں
پس از فنا بھی یہی ہے جو بے قراریِ رُوح — بہشت سے نہ کہیں اور انتقال کریں
شراب دیکھیں تو کیوں کر حرام رہتی ہے — جو واعظوں کو پکڑ کر ابھی حلال کریں
ہمارے اُن کے بھلا شکوہ و شکایت کیا — خدانخواستہ آپس میں کیوں ملال کریں

صبا کدورتِ خاطر سے دشت وحشت میں

(۱۳۰) طنابِ عُمر کو موجِ رمِ غزال کریں (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۱۰۸ تا ۱۰۹)

جُنوں میں محوِ تماشائے لالہ زار ہوں میں — طلسم بند ہوں وابستۂ بہار ہوں میں
مری نجات کچھ اِن واعظوں کے ہاتھ نہیں — بڑا کریم ہے جس کا گناہ گار ہوں میں
شبِ فراق میں سر دھن رہا ہوں روتا ہوں — اُداس صورتِ شمعِ سرِ مزار ہوں میں
مجھے بہت مرے ساقی نے مُنہ لگایا ہے — جواب ہی نہیں رکھتا وہ بادہ خوار ہوں میں

صبا اِسی کو محبت سرشت کہتے ہیں

(۱۳۱) عدو کسی کا نہیں سب کا دوست دار ہوں میں (تعدادِ اشعار ۸۔ ص ص ۱۰۹ تا ۱۱۰)

عدم میں رہتے تھے کیا کام تھا یہاں سے ہمیں — کہاں ہم آ گئے لائی قضا کہاں سے ہمیں

بہارِ گل میں نکالا ہے بوستاں سے ہمیں
خزاں تو آئے سمجھنا ہے باغباں سے ہمیں

عجیب بات ہے بوسہ بھی تم نہیں دیتے
دیا تھا وصل کا اقرار کس زباں سے ہمیں

علوے طبع سے گھبرا گئے زمین پہ ہم
کدھر کو جائیں نکلنا ہے آسماں سے ہمیں

چلے جہاں سے اللہ ری منزلت اپنی
فرشتے آئے ہیں لینے کو آسماں سے ہمیں

ہجومِ گل میں ہمیں اے صبا وہ بھول گیا

(۱۳۲) گلے کی جا ہے گلستاں میں باغباں سے ہمیں (تعدادِ اشعار ۱۸، ص ص ۱۱۰ تا ۱۱۱)

محشر کا ہمیں کیا غم، عصیاں کسے کہتے ہیں
پلّے پہ وہ بُت ہوگا، میزاں کسے کہتے ہیں

وصلِ بُتِ مہرو ہے، شربِ مے گلگوں ہے
پھر اور عنایاتِ یزداں کسے کہتے ہیں

قیدی رہے وحشت میں، بے خود تھے مگر ایسے
یہ بھی نہ کھلا ہم پر، زنداں کسے کہتے ہیں

انسان کا بس نفسِ امّارہ مخرّب ہے
لاحول ولا قوت شیطاں کسے کہتے ہیں

بیمارِ محبت ہیں، مر جائیں تو اچھا ہے
قربان اطبّا کے، درماں کسے کہتے ہیں

کیوں کر نہ ہنسیں سُن کر، حالِ دلِ عاشق کو
کم سن ہیں، وہ کیا جانیں ارماں کسے کہتے ہیں

ہم آپ کے گھر آکر، فرمائیے جائیں گے؟
اچھی رہی! لو سینے، مہماں کسے کہتے ہیں

شہرہ ہے صبا اب تو اپنی بھی فصاحت کا
آتش کے مقلّد ہیں سحباں کسے کہتے ہیں

(۱۳۳) شور جس کا ہے وہ ہے عشقِ جنوں زا دل میں
بدھ گیا ہے نمکیں حسن کا سودا دل میں

لامکاں کا نظر آجائے تماشا دل میں
منزلت ہو جو کسی کی نہ رہے جا دل میں

بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی
لیجیے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دل میں

کوئی اس عالمِ وحشت کا تماشا دیکھے
بیڑیاں پاؤں میں صحرا کا ارادا دل میں

اے صبا جس کے لیے ہوں میں پریشاں خاطر
جانتا ہے مجھے وہ گیسوؤں والا دل میں

(۱۳۴) اختیاری عملِ رندِ قدح نوش نہیں
خطِ تقدیر ہے موجِ مے سرجوش نہیں

سادگی سے سخنِ عشق دہِ گوش نہیں
ابھی کم سن ہیں کسی بات کا کچھ ہوش نہیں

کیا کہوں کیوں شبِ فرقت میں مجھے ہوش نہیں
ہائے اک چاند کا ہالہ مرا آغوش نہیں

نکہتِ گل کی طرح سے چمن عالم میں
حاملِ بارِ تعلق میں شبک دوش نہیں

اے صبا گلشن و دیر و حرم و مے خانہ

(۱۳۵) کون سی جا وہ عطا پاش خطا پوش نہیں (تعدادِ اشعار ۴۔ ص ۱۱۳)

تقدیرِ شکلِ ہجر کی تکتی ہے وصل میں
رہ رہ کے بائیں آنکھ پھڑکتی ہے وصل میں

جلتا ہوں سن کے یار سے باتیں نفاق کی
کیا آتشِ فراق بھڑکتی ہے وصل میں

ہم کیوں نہ اپنے یار کو گل پیرہن کہیں
چولی ہزار جا سے مسکتی ہے وصل میں

پر بال اپنے مردمِ دیدہ ہیں اے صبا
آنکھوں میں شکلِ غیر کھٹکتی ہے وصل میں

(۱۳۶) (تعدادِ اشعار ۶۔ ص ۱۱۳)

نشتروں سے دلِ بلبل کو لہو کرتے ہیں
کیاریوں میں شجرِ گل جو نمو کرتے ہیں

جب میں کہتا ہوں کہ دل پھٹ گیا اپنا تم سے
تار باتوں کا لگا کر وہ رفو کرتے ہیں

چشمِ پر آب سے ہم بھی چمنِ عالم میں
سیرِ گل مثلِ حبابِ لبِ جو کرتے ہیں

خونِ دل آنکھوں میں بھرلاتے ہیں ساقی کے بغیر
خالی دو جاموں میں ہم ایک سبو کرتے ہیں

شکلِ عشاق سے کس درجہ چھپاتے ہیں جبیں
منہ کسی کا یہ نہیں آئنہ رو کرتے ہیں

(۱۳۷) (تعدادِ اشعار ۵۔ ص ۱۱۳ تا ۱۱۴)

بے داریِ فراق ہے شوقِ وصال میں
ممکن نہیں ہے خواب کا آنا خیال میں

دل لختِ لخت ہوتا ہے عشرت کے حال میں
کثرت سے لعل ہوتے ہیں کوہِ لال میں

دشتِ جنوں میں آگئیں آنکھیں جو اُن کی یاد
بھاگا میں خاک ڈال کے چشمِ غزال میں

ہیں راست باز حالِ شکستہ میں اہلِ ظرف
پایا نہ پیچ کاسۂ چینی کے بال میں

(۱۳۸) (تعدادِ اشعار ۷۔ ص ۱۱۴ تا ۱۱۵)

ردیف و

تم ہر اک رنگ میں اے یار نظر آتے ہو
کہیں گل اور کہیں خار نظر آتے ہو

قابلِ دید تم اے یار نظر آتے ہو
چشمِ بد دور طرحدار نظر آتے ہو

بھول جاتا ہوں میں فرقت کے گلے اور شکوے
شکر کرتا ہوں جب اے یار نظر آتے ہو

رہتی ہے آٹھ پہر آپ کو کنگھی چوٹی
اپنی زلفوں میں گرفتار نظر آتے ہو

تپِ الفت میں صبا ہے یہ تمہارا درجہ
دق کے آثار ہیں بیمار نظر آتے ہو

تھی شہادت کی خوشی ایسی دلِ ناشاد کو
میں ہلالِ عید سمجھا خنجرِ جلّاد کو

اُڑ چلا وہ طائرِ دل کو مرے کر کے اسیر
قید بُلبل ہو گیا پر لگ گئے صیّاد کو

ساقیا مے خانۂ عالم میں وہ مے کش ہوں میں
ابرِ رحمت ہے مرا دامانِ تر زہّاد کو

وصل مجھ دیوانے کو پروں سے ہوتا ہے نصیب
کرتی ہے جذبِ محبّت مجتمع اضداد کو

عارضی ہے عشقِ بُلبل حُسنِ گُل ہے بے ثبات
ہے خزاں اک دن بہارِ گلشنِ ایجاد کو

جوشِ وحشت میں یہی دھن ہے گریباں پھاڑ کر
لکھنؤ سے چلیے صحرائے جنوں آباد کو

لکھتے وہ طفلِ دبستاں کیا مرے خط کا جواب
جو مٹائے صورتِ حرفِ غلط اُستاد کو

سر مرا کٹوا کے وہ جامے سے باہر ہو گئے
بے کفن رکھا مجھے خلعت دیا جلّاد کو

قہر ہے تھوڑا سا صدمہ بھی ضعیفوں کے لیے
زلزلہ موجِ ہوا ہے خانۂ برباد کو

یہ دعا اللہ سے ہے فصلِ گُل میں اے صبا
ہو قفس صیّاد کو باغ بُلبل کو مبارک

(۱۴۰) (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ص ۱۱۶/۱۱۷)

نہیں سارے سے کچھ بھی ہمسری سرو لبِ جُو کو
کہوں طوبیٰ تو زیبا ہے تمہارے قدِ دلجُو کو

کیا تسخیر اعجازِ محبّت سے پری رُو کو
فسونِ عشق سے کیلا ہے میں نے مارِ گیسو کو

عجب ہے کس طرح قابیل نے ہابیل کو مارا
کوئی بھی اپنے ہاتھوں توڑتا ہے اپنے بازو کو

نکل کر سانپ اپنی بانبیوں سے کیچلی ڈالیں
اگر مو باف کی حاجت ہو اُس کافر کے گیسو کو

بہت سے ہم نشیں مجھ کو ملے اک دل کے جانے سے
غم و درد و تاسف نے کیا آباد پہلو کو

مسخّر مردمانِ چشم کی مانند ہو جاتا
نہ دیکھا سامری نے یا نہ تیری چشمِ جادو کو

گئے وہ دن کہ بوسوں سے ہمارے لب معطّر تھے
صبا اب تو ترستے ہیں گُلِ رخسار کی بُو کو

(۱۴۱) (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ۱۱۷)

اُلفتِ خط سے بلا کوچۂ جاناں مجھ کو
مورِ بے پر نے دیا ملکِ سلیماں مجھ کو

ساکنِ دیر ہوں اک بُت کا ہوں بندہ بخدا
خود وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں مسلماں مجھ کو

جیتے جی مر گیا میں کر کے خیالِ انجام
نظر آیا جو کبھی گورِ غریباں مجھ کو

رہا سوتے میں بھی اُس زلفِ پریشاں کا خیال
رات بھر آئے نظر خوابِ پریشاں مجھ کو

میں تو رکھتا تھا قدم بھی نہ چمن سے باہر
اے جنوں تو نے دکھایا یہ بیاباں مجھ کو

رات آتی ہے تو یاد آتی ہے وہ زلفِ سیاہ دن کو رہتا ہے خیال رُخِ تاباں مجھ کو

اے صبا بعدِ فنا بھی ہے یہ خالق سے دعا

(۱۴۲) عوضِ خلد ملے کوچۂ جاناں مجھ کو (تعدادِ اشعار ۱۲، ص ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)

اے بتو دھیان اگر جانبِ فریاد کرو وہ سنائیں تمھیں نالے کہ بہت یاد کرو

اے بتو روز ہزاروں ستم ایجاد کرو بندہ موجود ہے تم شوق سے بیداد کرو

ہے جنوں میں یہی پیہم مری زنجیر کا غل قیس کی روح کا صدقہ مجھے آزاد کرو

جشنِ نوروز مبارک تمھیں اے بادہ کشو پھر بہار آئی ہے پھر مے کدہ آباد کرو

اے صبا ملکِ عدم کو جو خدا لے جائے

(۱۴۳) منہ نہ موڑ کر طرفِ عالم ایجاد کرو (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ۱۱۸)

جامِ جم ہے جو چشمِ بینا ہو آئنہ ہے جو دل مصفا ہو

ہم ہوں ساقی ہو، دورِ صہبا ہو شبِ مہ ہو کنارِ دریا ہو

کچھ اثر آہ میں جو پیدا ہو قہر ہو جائے حشر برپا ہو

ناصحا پند مجھ سے وحشی کو اُس کو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو

خضر کا کام راہ زن سے لے چال وہ چل کہ غیر اپنا ہو

لاکھ قربان کوئی جان کرے بخدا وہ جو بت کسی کا ہو

بیٹھ رہ اے صبا کہیں چل کر

(۱۴۴) اِس میں کعبہ ہو یا کلیسا ہو (تعدادِ اشعار ۱۲، ص ص ۱۱۸ تا ۱۱۹)

کوئی صورت سے گر صفا ہو آئینہ دل خدا نما ہو

ماشاء اللہ چشمِ بد دور کیا خوب جوانِ مہ لقا ہو

کہتے ہیں وہ میرے دیکھنے پر دیکھو کوئی نہ دیکھتا ہو

معلوم ہیں واعظوں کی باتیں اُس سے کہیں، جو نہ جانتا ہو

سنو لے کبھی مجھ فقیر کی بھی اللہ کرے ترا بھلا ہو

اُلٹی اُلٹی نہ کیوں ہوں باتیں ٹیڑھے ٹیڑھے خفا خفا ہو

ابرو سے، چشم سے، نگہ سے آفت ہو، قہر ہو، بلا ہو

کب سے امید و بیم میں ہیں جو کچھ ہونا ہو یا خدا ہو

پڑھتے ہو صبا بتوں کا کلمہ

(۱۴۵) کہنے کو بندۂ خدا ہو (تعدادِ اشعار ۲۵۔ ص ص ۱۱۶، ۱۱۹)

جو عدو ہے باغ ہو برباد ہو — کوئی ہو، گلچیں ہو یا صیاد ہو
مجھ سا عاشق موردِ بیداد ہو — تم بڑے سفاک ہو جلاد ہو
قیدِ مذہب واقعی اک روگ ہے — آدمی کو چاہیے آزاد ہو
دور دور محتسب ہے ساقیا — ہائے کیوں کر مے کدہ آباد ہو
بک گئے ہیں آپ تو غیروں کے ہاتھ — بندہ پرور اب غلام آزاد ہو
گنبدِ گردوں پرائے دل آہ سے — کچھ نہ کچھ آفت پڑے افتاد ہو
میں وہ بلبل ہوں جسے دونوں ہیں ایک — باغ ہو یا خانۂ صیاد ہو
آپ کو اپنی خوشی سے کام ہے — کوئی ناخوش ہو کوئی ناشاد ہو

خوب ہی اُس گل کو لائے راہ پر

(۱۴۶) اے صبا تم بھی بڑے اُستاد ہو (تعدادِ اشعار ۸۔ ص ۱۲۱)

کھینچتی ہے ہم کو کانٹوں میں چمن کی آرزو — رفتہ رفتہ مار ڈالے گی وطن کی آرزو
وحشتِ دل لے اُڑی ہم کو بیاباں کی طرف — دل کی دل ہی میں رہی اہلِ وطن کی آرزو
اے فلک پتھر پڑیں تجھ پر غضب تو نے کیا — خاک میں کیسی ملا دی کوہکن کی آرزو
مثلِ گل اپنا ہی جامہ ہو لباسِ آخرت — اے فلک ہم کو نہیں تجھ سے کفن کی آرزو

باغِ عالم کا نرالا رنگ دیکھا اے صبا

(۱۴۷) داغ پاتا ہے جو کرتا ہے چمن کی آرزو (تعدادِ اشعار ۳۰۔ ص ص ۱۲۱، ۱۲۳)

فی الحقیقت تم بہت مرغوب اور منظور ہو — دل کے آگے جان ہو، آنکھوں کے آگے نور ہو
سیر ہو پھر جلوہ فرما وہ سراپا نور ہو — پھر وہی رات آئے پھر روشن چراغِ طور ہو
یوں جھلک کر تو مرے آئینۂ دل کو نہ لے — دیکھ او کافر یہ شیشہ ہے نہ چکنا چور ہو
کچھ بھی تجھ کو بے ادب پاسِ جنابِ عشق ہے — دور ہو ناصح ہمارے سامنے سے دور ہو
شوق موسیٰ کو بہت ہے جلوۂ دیدار کا — بیچ میں سرمہ کہیں جل کر نہ کوہِ طور ہو
جس کا مطلب صاف ہے اُس بات کی کیا بات ہے — شعر وہ کہیے ادھر پڑھیے ادھر مشہور ہو
صورتِ منصور جب چاہو انا الحق بول اٹھو — اختیاری امر ہے کب اے صبا مجبور ہو

(۱۴۸) (تعدادِ اشعار ۲۱، ص ص ۱۲۳ تا ۱۲۴)

بے تاب غم سے جان نہ ہو دل حزیں نہ ہو
کچھ بھی نہ ہو جو عشقِ بتانِ حسیں نہ ہو

اُٹھے خرامِ ناز کو وہ، دھوم پڑ گئی
فتنہ بپا ہوا ہے قیامت کہیں نہ ہو

ملبوسِ خاک ٹھیک ہے تن پر فقیر کے
پروا نہیں گلیم نہ ہو پوستیں نہ ہو

انجام بیں کو خاک نہیں لطفِ زندگی
مرنے کا دھیان تا نفسِ واپسیں نہ ہو

وہ حال دل کا ہے جو صباؔ ہم بیاں کریں
اللہ جانتا ہے بتوں کو یقیں نہ ہو

(۱۴۹) (تعدادِ اشعار ۲۳، ص ص ۱۲۴ تا ۱۲۵)

ردیف ھ ہ

دُنیائے بد نہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ
انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ

مجھ سے نہ تم ملو جو محبت ہے زر کے ساتھ
ممکن نہیں صفائے دلی اس کدر کے ساتھ

گردش سے آسماں کی چکرا رہے ہیں ہم
کشتی ہماری گھوم رہی ہے بھنور کے ساتھ

دُنیا سے چلیے لے کے گناہوں کی بھیڑ بھاڑ
دوزخ کو جائیے تو ٹھسے کرّ و فر کے ساتھ

اللہ رے شوقِ منزلِ مقصود اے صباؔ
تھک تھک گئی ہوا، مری گردِ سفر کے ساتھ

(۱۵۰) (تعدادِ اشعار ۲۱، ص ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

کیا منہ مری طرح سے جو ہو ششدر آئینہ
ہے عاشقوں میں یار کے اک کم تر آئینہ

گر ہم سری کرے گا کفِ پائے یار سے
توڑے گا اپنے ہاتھ سے اسکندر آئینہ

صورت کا آشنا نہ ہو معنی کی دید کر
اے خود پسند دیکھ نہ بن بن کر آئینہ

کہتا ہے وہ صنم دلِ عاشق کو توڑ کر
بازار میں ہے ایک سے اک بہتر آئینہ

مشتاقِ روئے یار کو بد نظر نہیں
لے جائے اپنی گور میں اسکندر آئینہ

اللہ ری صفائے رخِ یار اے صباؔ
حیران میں ہوا جو ہوا ششدر آئینہ

(۱۵۱) (تعدادِ اشعار ۸، ص ص ۱۲۶/۱۲۷)

ہے آج اغنیا کو میسر ہزار کچھ
جز خاک کل نہیں ہے میانِ مزار کچھ

ٹالو نہ کل پہ آج کا تم وعدۂ وصال
اے جان زندگی کا نہیں اعتبار کچھ

آئینہ دیکھ کر نہ بہت کیجیے غرور
اس حسنِ عارضی کا نہیں اعتبار کچھ

کیوں کر نکال کر اسے پہلو سے پھینک دوں — مجبور ہوں میں دل پہ نہیں اختیار کچھ
ہے تن میں روح مثلِ ہوائے سرِ حباب — بحرِ جہاں میں زیست کا ہے اعتبار کچھ
مہمانیاں بتوں کی میں کرتا ہوں اے صبا
(۱۵۲) دیتا ہے جب مجھے مرا پروردگار کچھ (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ۱۲۷)

تصویر اپنی چاند سی اے نوجوان دیکھ — آئینہ لے کے ہاتھ میں خالق کی شان دیکھ
ہم دیں دعائیں تجھ کو تو دے گالیاں ہمیں — اپنی زبان دیکھ ہماری زبان دیکھ
غافل یہ جان لے کہ نشانی ہے موت کی — جس جا زمین پر تو لحد کا نشان دیکھ
کیا کیا دکھائے رنج و الم تو نے اے فلک — تیور مگر وہی ہیں مری آن بان دیکھ
کب تک یہاں کی سیر کرے گا تو اے صبا
لے چل بس اس جہان سے اب وہ جہان دیکھ
(۱۵۳) (تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۱۲۷ تا ۱۲۸)

ردیف ے

تخفیفِ جورِ دامِ بلا ہو تو جانیے — کوتاہ اُن کی زلفِ رسا ہو تو جانیے
جورِ بتاں میں شکرِ خدا ہو تو جانیے — وقتِ قضا نماز ادا ہو تو جانیے
چھوٹے کسی طرح قفسِ تن سے مرغِ روح — یہ بلبلِ اسیر رہا ہو تو جانیے
سنتے ہیں مدتوں سے مسیحِ زماں تھیں — کچھ اپنے دردِ دل کی دوا ہو تو جانیے
اس سنگ دل کے دل میں مری جا ہو اے صبا
(۱۵۴) کندہ نگیں پہ حرفِ وفا ہو تو جانیے (تعدادِ اشعار ۱۴، ص ص ۱۲۸ تا ۱۲۹)

خیالِ خام ہے امید رکھنا فیضِ دشمن سے — نہیں دیکھی کسی کی پیاس بجھتے آب آہن سے
شبِ فرقت میں جب روئے اندھیرا دیکھ کر گھر کا — چراغ آنکھوں کے روشن ہو گئے اشکوں کے روغن سے
خلش کچھ خارِ خارا سے نہیں خارِ تعلق کو — کوئی کانٹا کبھی الجھا نہیں صحرا کے دامن سے
ستم عشاق پر اچھا نہیں اس درجہ اے ظالم — حذر کر آہ سے فریاد سے نالے سے شیون سے
نئی سوجھی ہے شوقِ دیدِ گل میں اے صبا مجھ کو
(۱۵۵) بدلتا ہوں میں آنکھیں روزنِ دیوارِ گلشن سے (تعدادِ اشعار ۱۲، ص ص ۱۲۹ تا ۱۳۰)

بہار آئے کہیں دامن سے خار الجھیں بیاباں کے — چڑھاؤں تربتِ مجنوں پہ تار اپنے گریباں کے

ہُوا اگر مثلِ شانہ دسترس سیدھا بناؤں گا — نکل جائیں گے بل سارے تمہاری زلفِ پیچاں کے
جنوں اِک شغل تھا لے اپنے ہاتھوں وہ بھی کھو بیٹھے — بہت پچھتائے ہم پُرزے اُڑا کر چیبِ داماں کے
خُدا ہے بے نیاز اور بُت بھی بے پروا ہیں تدبیر سے — مجھے آتا ہے رونا حال پر گبر و مسلماں کے
مزا دیتے نہیں بعدِ فنا بھی خُلد کے میوے

(۱۵۶) صبا لو سے وہ لیتے یاد ہیں سیبِ زنخداں کے (تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۱۲۰)

مرے حال پر رحم کرتا نہیں ہے — خُدا سے بھی اے بُت تو ڈرتا نہیں ہے
کہوں کیوں نہ میں عرش کا اُس کو تارا — وہ مہ بام پر سے اترتا نہیں ہے
کروں ہجرِ ساقی میں کیا بادہ نوشی — کہ پانی گلے سے اترتا نہیں ہے
بتا کوئے قاتل کا دیتا ہوں قاصد — کوئی اُس طرف سے گزرتا نہیں ہے
نہ دیکھا کسی ہم نے طامع کو شاکر — کبھی پیٹ ظالم کا بھرتا نہیں ہے
صبا بیٹھ رہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر

(۱۵۷) کوئی کام تجھ سے سنورتا نہیں ہے (تعدادِ اشعار ۸۔ ص ۱۲۰ تا ۱۳۱)

عاشقِ قد ہوں پسِ مرگ یہ رفعت ہوگی — ساقِ پا عرش کی شمعِ سرِ تربت ہوگی
حالِ انجام کا آغاز میں معلوم نہ تھا — کیا سمجھتے تھے محبت میں مصیبت ہوگی
فخرِ انساں نہ کرے جسم کی تیاری پر — ایک دن خاک پہ مٹی کی عمارت ہوگی
قامتِ یار کے عاشق جو اُٹھیں گے پسِ مرگ — حشر میں حشرِ قیامت میں قیامت ہوگی
آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں — ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی
بغلِ گور میں بیتابیِ دل کے ہاتھوں — مر گئے پر بھی ہمیں خاک نہ راحت ہوگی
خونِ عاشق کی گواہی کے لیے محشر میں — تیغِ جلاد کی انگشتِ شہادت ہوگی
چاہیے عشقِ حقیقی، نہ بتوں کو دل دے

(۱۵۸) اے صبا دیکھ امانت میں خیانت ہوگی (تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۱۳۱ تا ۱۳۲)

اُڑتا ہے مجھ سے او ستم ایجاد کس لیے — بنتا ہے آدمی سے پری زاد کس لیے
دعوا جو عشق کا ہے تو فریاد کس لیے — یہ آہ آہ اے دلِ ناشاد کس لیے
کر صورتِ مجاز و حقیقت معائنہ — پیدا ہوا ہے عالمِ ایجاد کس لیے
ہنس کر گلوں کی طرح گلستانِ دہر میں — عمرِ دو روزہ کیجیے برباد کس لیے

فرمائشیں حضور نہ اغیار پر کریں — موجود ہے یہ تابعِ ارشاد کس لیے
یارب چمن میں کون سا بلبل ہوا اسیر — سجدے ہزاروں کرتے ہیں صیاد کس لیے
طوبیٰ سے بھی مثال قیامت ہے اے صبا
ایراد کس لیے

(۱۵۹) مصراعِ قدِ یار پہ (تعدادِ اشعار ۱۴ ص ۱۳۲ تا ۱۳۳)

بغیر ساغرِ مے اختصار میں گزری — عجب طرح کی قیامت خمار میں گزری
کبھی خزاں میں کبھی نوبہار میں گزری — کب ایک سی چمنِ روزگار میں گزری
جنوں کا داغ لگا، گھر چھٹا، اسیر ہوئے — ہزار رنگ کی آفت بہار میں گزری
ضرور تربتِ مجنوں پہ گل چڑھائیں گے — جواب کی خبر سے فصلِ بہار میں گزری
بہارِ عمرِ دو روزہ پہ جائے عبرت ہے — گلوں پہ کیا چمنِ روزگار میں گزری
صبا کوئی نہ پسِ مرگ پوچھنے آیا

(۱۶۰) کہو فرشتوں سے کیسی مزار میں گزری (تعدادِ اشعار ۱۳ ص ۱۳۳)

وجہ حرمت کلال کی ہوتی — دختر رز حلال کی ہوتی
کچھ جو فکرِ مآل کی ہوتی — خوب صورت وصال کی ہوتی
آئنے میں نہ تم نے منہ دیکھا — قدر تو جمال کی ہوتی
کبھی آتی نہ روح قالب میں — گر خبر کچھ مآل کی ہوتی
تم نہ آتے تو شب کو چادرِ مہ — پوٹ گردِ ملال کی ہوتی
حیف میں اُن کا آئنہ نہ ہوا — خوب ہی دیکھ بھال کی ہوتی
اے صبا پیشِ ابروئے جاناں
خاک رویت ہلال کی ہوتی

(۱۶۱) (تعدادِ اشعار ۱۸ ص ۱۳۴)

تری نظر سے جو دور اے ابوتراب گرے — فلک زمین پہ، ذرّے پہ آفتاب گرے
ہوائے عشق کے جھونکوں سے باغِ عالم میں — ہزار ہا شجرِ گلشنِ شباب گرے
مثالِ دیر بھری ہیں بتوں کی تصویریں — الٰہی قصرِ دلِ خانماں خراب گرے
مآلِ بحرِ فنا جسم زار و رشتۂ جاں — طنابِ موج کٹے خیمۂ حباب گرے
کروں میں عورتِ جو فکرِ لباس سرما میں
مثالِ برف صبا پنبۂ سحاب گرے

(۱۶۲) (تعدادِ اشعار ۱۵ ص ص ۱۳۴ تا ۱۳۵)

چشم پر آب سے ہے نشو و نما ساون کی
نفسِ سرد نے باندھی ہے ہوا ساون کی

گرمیوں میں جو پریشاں ہوئے ہم بادہ پرست
مانگی سر کھول کے ساقی نے دعا ساون کی

سوزشِ دل میں جو روتا ہوں میں بھر کر دمِ سرد
جیٹھ بیساکھ میں چلتی ہے ہوا ساون کی

اب کی منظور ہے ہم رندوں کو شرِ قاضی سے
رُت کہیں خیر سے لائے تو خدا ساون کی

قہر ہے الفتِ گیسو میں بہانا آنسو
اندھیری ہے بلا ساون کی

(۱۶۳) اے صبا رات ا (تعدادِ اشعار ۱۹ ص ص ۱۳۵/۱۳۶)

وہ یکایک باغ میں پہنچے جو اٹھلاتے ہوئے
کبک بھاگے سامنے سے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

پاؤں پھیلاتے ہیں اب سوئے عدم جاتے ہوئے
پہلے کیا گھبرائے تھے قالب میں روح آتے ہوئے

منزلِ مقصد پہ ہم پہنچیں گے راہِ شوق سے
خضر رہ جائیں گے پیچھے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

نزع میں ہم ہیں، وہ کیوں ایسے میں آجاتے نہیں
فائدہ پھر قبر پر آئے جو پچھتاتے ہوئے

عقدۂ خاطر ہے بس، اور ناخنِ تدبیر ہے
عمر گزری ہے اسی گتھی کو سلجھاتے ہوئے

مے کشو اب کی تو رنگ ایسا جمایا چاہیے
واعظ آئیں بھٹیوں پر ہولیاں گاتے ہوئے

اے مرے نالو، صدائے صور کا دھوکا نہ دو
مُردے خوابِ مرگ سے اٹھیں گے گھبراتے ہوئے

مژدۂ فصلِ بہاری اے صبا سنتا نصیب
گڑوے لے کر آئیں گل رونا چنے گاتے ہوئے

(۱۶۴) (تعدادِ اشعار ۱۳ ص ص ۱۳۶/۱۳۷)

اذیت یہ الفت میں حاصل ہوئی
رگِ جاں مجھے تیغِ قاتل ہوئی

بہتر طریقے کیے اختیار
کسی راہ سے طے نہ منزل ہوئی

مجازی سے عشقِ حقیقی ملا
ہمیں بات میں بات حاصل ہوئی

ہمیں کو ملا درہمِ داغِ عشق
یہ دولت کسی کو نہ حاصل ہوئی

رخِ یار پر جب چھٹی زلفِ یار
بلا اے صبا ہم پہ نازل ہوئی

(۱۶۵) (تعدادِ اشعار ۱۶ ص ص ۱۳۷/۱۳۸)

گل کو وہ چھیڑتے ہیں باغ میں آتے جاتے
باتیں بلبل کو ہزاروں ہیں سناتے جاتے

رخِ رنگیں ہیں ہر اک گل کو دکھاتے جاتے
رنگ اپنا وہ چمن میں ہیں جماتے جاتے

ایک تلوار لگا دیں مرا قصہ ہو تمام
اپنے ہاتھوں وہ بکھیڑا ہیں بڑھاتے جاتے

اپنے مقسوم کا دنیا میں وہی اُترا تھا
کھا لیا جو دہنِ گور میں جاتے جاتے

دیکھ کر پاؤں مری جانِ زمیں پر رکھو
آنکھیں قدموں کے تلے ہم ہیں بچھاتے جاتے

آشیانوں کا عنادل کے خدا حافظ ہے
جھونپڑے باغ میں صیاد ہیں چھاتے جاتے

حقہ کس ناز سے پیتے وہ پڑے پھرتے ہیں
نے کنہیا کی طرح سے ہیں بجاتے جاتے

مے کشی میں جو مرے پاس سے جاتا تھا انھیں
جام کو توڑتے شیشے کو لنڈھاتے جاتے

داغ پر داغ مرے دل کو دیا کرتے ہیں
آگ میں آگ وہ ہیں اور لگاتے جاتے

بعدِ مدت تھے مزارِ شہدا پر آئے
فاتحہ کے تو لیے ہاتھ اٹھاتے جاتے

اے صبا ہوتے ہیں دنیا میں تماشے کیا کیا
اپنی قدرت کے ہیں وہ کھیل دکھاتے جاتے[1]

(تعدادِ اشعار ۱۲ ص ۱۳۸)

(۱۶۶)

کس دن شبِ غم جان کو آفت نہیں ہوتی
کب شام سے یاں صبحِ قیامت نہیں ہوتی

مضمون تری زلف کا باندھا نہیں جاتا
جب تک کہ پریشان طبیعت نہیں ہوتی

تقدیر پہ انساں کبھی شاکر نہیں رہتا
شکوہ نہیں ہوتا کہ شکایت نہیں ہوتی

الٹی ہی تجھے سوجھتی ہے اے فلکِ دوں
سیدھی کبھی مجھ سے مری قسمت نہیں ہوتی

صبر و خرد و ہوش گئے یار سدھارا
ایسی بھی پریشاں کوئی صحبت نہیں ہوتی

اک رشتۂ جاں سیکڑوں پھندوں میں پھنسا ہے
دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت نہیں ہوتی

لکھا ہے صبا حال جو بیتابیِ دل میں
مفہوم مرے خط کی عبارت نہیں ہوتی[2]

(تعدادِ اشعار ۲۸ ص ۱۳۸)

(۱۶۷)

کچھ عنادل سے جو وصفِ رخِ جاناں ہو جائے
کھیت سرسوں کا بنے زرد گلستاں ہو جائے

پے گلگشت جو وہ طفلِ دبستاں ہو جائے
بوستاں دفتر اوراق پریشاں ہو جائے

اشکِ بلبل سبب غرقِ گلستاں ہو جائے
سیپ ہو قطرۂ شبنم سے جو طوفاں ہو جائے

بادشاہوں کے لبِ گور سے آتی ہے صدا
مور کو بھی نہ ستائے جو سلیماں ہو جائے

کہ کے اس طرح سے بھر جائے سکندر تشنہ
اے خضرِ خشک ترا چشمہ جو اماں ہو جائے

مرضِ ہجر میں جینے سے تنگ آیا ہوں
موت آ جائے تو مشکل مری آساں ہو جائے

ایک شب گر رخِ جاناں سے کرے کسب ضیا
روشنی چاند میں سورج سے دو چنداں ہو جائے

پاؤں پڑتا ہوں ذرا کھینچ لے خنجر قاتل
امتحاں غیر کا میرا سرِ میداں ہو جائے

اے صبا ہوں وہ سبکبار جو اعمال تلیں

(۱۶۸) سبدِ گل سے سبک پلۂ میزاں ہو جائے (تعدادِ اشعار ۱۳۔ ص ص ۱۴۰/۱۴۱)

دولت سے ہیں تمام سمن بر بھرے ہوئے
ہر گل ہے اپنی جیب میں یاں زر بھرے ہوئے

آئی بہار ہوتے ہیں دیوانے سنگ سار
لڑکوں کی جھولیوں میں ہیں پتھر بھرے ہوئے

ظالم ہیں گردِ کلفتِ ایام سے خراب
اکثر پڑے ہیں زنگ میں خنجر بھرے ہوئے

کانٹوں پہ لوٹتا ہوں میں دیوانہ دشت میں
پانی کی جا لہو سے ہیں چھر بھرے ہوئے

کیا کشمکش تھی محفلِ جاناں میں اے صبا

(۱۶۹) اک جا پہ سو تھے عاشقِ مضطر بھرے ہوئے (تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ۱۴۱)

کنارِ جو، جو انھیں خواہشِ شراب ہوئی
تو سرو سیخ ہوا فاختہ کباب ہوئی

نہیں ثبات کسی شے کو دارِ فانی میں
اِدھر بنی ہے عمارت اُدھر خراب ہوئی

ہزار شکر یہاں تک تمھیں خدا لایا
مراد آئی دعا اپنی مستجاب ہوئی

اٹھا نہ پردۂ غفلت ہماری آنکھوں سے
کبھی نہ دیدِ رخِ یار بے نقاب ہوئی

اندھیری قبر کی دکھلائی جیتے جی مجھ کو
شبِ فراق مری جان کو عذاب ہوئی

سوالِ وصل نہ جب یارِ برق وش نے سنا

(۱۷۰) ہماری چشمِ صبا، ابر کا جواب ہوئی (تعدادِ اشعار ۱۹۔ ص ۱۴۲)

کیا زہدِ خشک مستیِ صہبا کے سامنے
موجِ سراب گرد ہے دریا کے سامنے

بلقیس وہ پری ہے سلیماں کے روبرو
یوسف ہے وہ عزیز زلیخا کے سامنے

لو لگ رہی ہے شمعِ رخِ یار کی ہمیں
روشن چراغِ طور ہے موسیٰ کے سامنے

چپکے سے کچھ جو کہیے تو کہتا ہے یہ وہ شوخ
کھاؤ گے مار بولے جو چلا کے سامنے

کچھ حالِ دل کا یار کے آگے نہ کہہ سکا
بھولا میں اپنا درد مسیحا کے سامنے

یہ دیدِ دخترِ رز کی غنیمت ہے اے صبا

(۱۷۱) رکھ چشم و دل کو ساغر و مینا کے سامنے (تعدادِ اشعار ۱۰۔ ص ۱۴۳)

جب اس بے مہر کو اے جذبِ دل کچھ جوش آتا ہے
مہ نو کی طرح کھولے ہوئے آغوش آتا ہے

چمن کو دیکھ کر رہ رہ کے دل میں جوش آتا ہے
خدا چاہے تو پھر ہنگامِ نوشا نوش آتا ہے

نہیں معلوم کیا اس بدزباں سفاک سے ٹھہری
الٰہی خیر ہو کچھ نامہ بر خاموش آتا ہے

کہیں کچھ ذکر ہوتا ہے جو اُس کانِ ملاحت کا تو دل سینے سے سننے کے لیے تا گوش آتا ہے

صباؔ کس درجہ توام شادی و غم ہیں زمانے میں

(۱۷۲) شبِ وصلت سے روزِ ہجر ہم آغوش آتا ہے (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۱۴۳، ۱۴۴)

شریعت ہے شرطِ محبت علی کی مسلماں پہ واجب ہے طاعت علی کی

محمدؐ کو معلوم ہے اُس کا رتبہ خدا جانتا ہے حقیقت علی کی

یہ ہے منزلت اُس کی اللہ اکبر حرم میں ہوئی ہے ولادت علی کی

فضائل ہیں وردِ زباں بلبلوں کو گلوں میں ہے بوئے محبت علی کی

صباؔ مہر و مہ کی طرح سے ہے روشن

(۱۷۳) نبوت نبی کی امامت علیؑ کی (تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ص ۱۴۴، ۱۴۵)

آبرو دے اے مرے قدِ خمیدہ تو مجھے یار آنکھوں پر بٹھائے صورتِ ابرو مجھے

کہ نہیں سکتا لبِ معجز نما سے حالِ دل بت بنا دیتی ہے اُن کی نرگسِ جادو مجھے

لوٹتا ہوں اپنے نالوں کی حقیقت دیکھ کر وجد میں رکھتا ہے شغلِ نعرۂ "یا ہو" مجھے

باغِ ہستی سے کیا خارج ہوائے عشق نے اُڑ گئی بادِ خزاں لے کر بہ رنگِ بو مجھے

اے صباؔ بدلے جواب خط کے اُس سفاک نے

(۱۷۴) توڑ کر بھیجے کبوتر کے پرِ بازو مجھے (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۱۴۵)

بندہ اب تا صبور ہوتا ہے عفو ہو دے قصور ہوتا ہے

خاک حاصل ہے اِس سے مردوں کو رہ جو صرفِ قبور ہوتا ہے

فکر رکھتے نہیں ہیں دیوانے باعثِ غم شعور ہوتا ہے

پرتوِ رخ سے اُن کا جیبِ قبا دامنِ کوہِ طور ہوتا ہے

اے صباؔ جب بہار آتی ہے

(۱۷۵) ہم کو سودا ضرور ہوتا ہے (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۱۴۶)

فکرِ رنج و راحت کیسی دوزخ کیسا، جنت کیسی

ہر شے میں ہے اُس کا جلوا کثرت میں ہے وحدت کیسی

زہدِ زاہد لاحاصل ہے بیگاری کو اجرت کیسی

دُنیا کے جھگڑوں سے چھوٹے مر کر پائی فرصت کیسی

فصلِ گُل کے آتے آتے

(۱۷۶) ہو جاتی ہے وحشت کیسی (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۱۴۶/۱۴۷)

بستر ہمارا یار کے ایواں سے دُور ہے
درویش آستانۂ سُلطاں سے دُور ہے

صد شکر غیر کوچۂ جاناں سے دُور ہے
اک خار ہے کہ صحنِ گلستاں سے دُور ہے

یوں مُٹھیں اڑا کریں گی گریباں کی دھجّیاں
جب تک کہ ہاتھ دامنِ جاناں سے دُور ہے

نالے میں عندلیب کے تاثیر چاہیے
صیّاد ایک دم میں گلستاں سے دُور ہے

کہتے ہیں جس کو منزلِ عرفاں وہ اے صبا
ہندو سے ہے بعید مسلماں سے دُور ہے

(۱۷۷) افتادگی سے خاک سر اپنا اُٹھائیے (تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۱۴۷/۱۴۸)

ممکن نہیں کہ نقشِ کفِ پا اُٹھائیے

دل ہو مزے سے نفس کشی کے جو آشنا
تشنہ لبی کا غم لبِ دریا اُٹھائیے

پہلو تہی نہ عاشقِ خستہ سے کیجیے
بیمار سے نہ ہاتھ مسیحا اُٹھائیے

بعد از فنا بھی آپ کی منظور ہے خوشی
ہو بار تو مرا نہ جنازا اُٹھائیے

اُس بت کو اعتبار کسی بات کا نہیں
قرآں سر پہ رکھیے کہ گنگا اُٹھائیے

ہے سخت بارِ منّتِ انبائے روزگار
احسان اے صبا نہ کسی کا اُٹھائیے

(۱۷۸) اِس بات کی ہے منتظری روز و شب مجھے (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ص ۱۴۸/۱۴۹)

آنکھوں سے جاؤں میں جو کریں وہ طلب مجھے

ناحق عدم سے آکے میں حیرت زدہ ہُوا
دُنیا کو دیکھ کر ہے مقامِ عجب مجھے

میں صاف دل ہُوں مجھ سے نہ دل میں غبار رکھ
اے یار خاک میں نہ ملا بے سبب مجھے

اُس نے جو اپنے مصحفِ رخ کو چھپا لیا
خورشیدِ حشر ہو گیا ماہِ رجب مجھے

شکر اُس کا اے صبا ہو ادا کس زباں سے

(۱۷۹) ساقی نے جامِ مے سے کیا لب بلب مجھے (تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۱۴۹/۱۵۰)

فُرقتِ ساقی میں یہ مقسوم پر پتھر پڑے
ہیں الگ کونے میں ٹوٹے شیشہ و ساغر پڑے

منزلِ مقصود تک آخر میں سرگشتہ گیا
گوبگولے کی طرح سے راہ میں چکّر پڑے

کی ہے اِن دونوں نے کیا خانہ خرابی باغ کی
صبر اے بلبل ترا صیّاد و گلچیں پر پڑے

کشتۂ عشقِ لبِ شیریں ہُوں میں اے آسماں
خاک کے بدلے دہانِ گور میں شکّر پڑے

اے صبا کہتے ہیں سب سن کر مری فریاد کو
دیکھیے کس کس پہ یہ آہِ دلِ مضطر پڑے (تعدادِ اشعار ۲۱، ص ص ۱۵۰/۱۵۱)

(۱۸۰)

طوفان یہ اٹھا مری چشمِ پُر آب سے — بدلا ہے آفتاب نے لُوٹی حباب سے
زخمِ کہن نئے ہوئے کیفِ شراب سے — انگور پھٹ گئے طپشِ آفتاب سے
سن کر سوالِ وصل نہ چپ ہو حجاب سے — کچھ تو جواب دو، دہنِ لاجواب سے
میری بغل میں رہ کے بھی کو کیا ذلیل — نفرت سی ہو گئی دلِ خانہ خراب سے
جب چاہے اس سے رونے میں کر لے مقابلہ — چشمِ پُر آب بند نہیں ہے سحاب سے

میں رندِ بادہ نوش جو مر جاؤں اے صبا
لکھ دینا چند شعر کفن پر شراب سے (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ۱۵۱)

(۱۸۱)

ہے عاشقِ قامت پہ عنایات تمھاری — بالا ہے دنیا میں سدا بات تمھاری
اللہ جو دیتا مجھے قاروں کا خزانہ — کس دھوم سے کرتا میں مدارات تمھاری
ہوتا ہے مجھے بادہ کشی کے لیے ارشاد — کیا بات ہے اے پیرِ خرابات تمھاری
اے واعظو دیکھو جو خطِ عارضِ جاناں — رکھی ہے سب طاق پہ مشکات تمھاری
وہ سیم بدن تم کو اگر منہ نہ لگائے
کوڑی کی صبا پھر نہ رہے بات تمھاری (تعدادِ اشعار ۱۴، ص ص ۱۵۱/۱۵۲)

(۱۸۲)

کبھی رسائیِ آہِ جگر نہیں ہوتی — ہمارے دل کی انھیں کچھ خبر نہیں ہوتی
پئے تسلیِ دل دے دیا ہے خط تجھ کو — رسائیِ یار تک اے نامہ بر نہیں ہوتی
درازیِ شبِ تارِ لحد معاذ اللہ — بغیرِ صبحِ قیامت سحر نہیں ہوتی
عجب نہیں مرے رونے پر آپ کا ہنسنا — کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں ہوتی
خلاف خلق سے خلقت ہے ان حسینوں کی
صبا دہن نہیں ہوتا، کمر نہیں ہوتی (تعدادِ اشعار ۱۰، ص ص ۱۵۲/۱۵۳)

(۱۸۳)

بُت پرستی سے نہ طینت مری زنہار پھری — سبحہ سو بار خریدی گئی سو بار پھری
الٹی تقدیر مری، قسمتِ اغیار پھری — ہائے کیسی تری مت اے بتِ عیار پھری
عشقِ یوسف نے یہ کی خانہ خرابی برپا — ٹھوکریں کھاتی زلیخا سرِ بازار پھری
بارہا قہقہوں میں تو نے اڑایا ہے اسے — شمع روتی تری محفل سے ہے سو بار پھری

شوقِ دیدار نے اُس گل کے کیا زرد آخر — مُردنی مُنہ پہ ترے نرگسِ بیمار پھری
بھیک منگوائی فقیروں کی طرح شاہوں کو — ایسی نیت تری اے چرخِ ستم گار پھری
اے صبا دیکھ لیا ہم نے اُسی تک سب تھے

(۱۸۴) پھر گیا سارا جہاں جب نظر یار پھری (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ص ۱۵۳/۱۵۴)

خُدا کا قہر بتوں کا عتاب رہتا ہے — اِس ایک جان پہ کیا کیا عذاب رہتا ہے
نقاب اُلٹ کے وہ مُنہ پر سے اپنے کہتے ہیں — کہاں ہے ماہ، کدھر آفتاب رہتا ہے
ہُوا ہے بیٹھ کے پہلو میں جان کا دشمن — بغل میں کیوں دلِ خانہ خراب رہتا ہے
نہ کس طرح سے ہو پیری میں داغِ دل معدوم — اخیر ماہ کہاں ماہتاب رہتا ہے
عُروج اہلِ کرم کے لیے ہے دُنیا میں — کس آبرو سے ہوا پر سحاب رہتا ہے
یہ دورِ مے ہے صبا آج کل زمانے میں

(۱۸۵) کہ محتسب کا کلیجا کباب رہتا ہے (تعدادِ اشعار ۱۱، ص ۱۵۴)

کیا بے یار سامانِ قیامت ساغرِ مُل نے — صدائے صُور کا دھوکا دیا شیشے کی قلقل نے
کبھی بھولے سے بھی ٹھوکر نہ ماریں تاجِ شاہی کو — یہ مُستغنی کیا ہے ہم فقیروں کو توکّل نے
ختن سے لے گیا تاتار کو، تاتار سے چیں کو — کیا، کیا کیا نہ سرگشتہ مجھے سودائے کاکُل نے
قفس میں آتشِ شوقِ چمن سے مر گئی جل کر — رکھا صیّاد کی گردن پہ اپنا خُون بُلبُل نے
صبا مجھ کو ہنسی اک غنچہ لب کی یاد دلوا کر

(۱۸۶) رُلایا صورتِ شبنم چمن میں خندۂ گُل نے (تعدادِ اشعار ۸، ص ص ۱۵۴/۱۵۵)

ازل سے خنجرِ قاتل ہے میرے سر کے لیے — میں وہ شجر ہوں کہ پیدا ہُوا تبر کے لیے
بلا طویل شبِ ہجر ہے، نہیں کٹتی — دعائیں مانگتا ہوں شام سے سحر کے لیے
خط اُن کالے کے، پڑھا پیچھے ہم نے سرنامہ — بڑھا کے ہاتھ قدم پہلے نامہ بر کے لیے
سرشکِ چشم بہاتا ہوں عشقِ دنداں میں — اُلیچتا ہوں سمندر کو میں گہر کے لیے
صبا یہ اُس کا ہے موجد وہ اِس کا ہے موجد

(۱۸۷) بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے (تعدادِ اشعار ۱۲، ص ۱۵۵)

وقارِ عرش کم ہے آستاں سے — مکاں اعلا ہے اُس کا لامکاں سے
نہ رکھو چشمِ اُمّید آسماں سے — اُٹھو اے غافلو خوابِ گراں سے

نہیں واقف مری آہ و فغاں سے — بگڑ جائے گی اِک دن آسماں سے
نہیں ایسی ڈھٹی دے کر پڑے ہیں — کہ اٹھیں ہم تمھارے آستاں سے
نہیں اعضائے تن سے روح چھٹتی — جدا ہوتا ہے یوسف کارواں سے
صبا کچھ پیچ پڑ جائے نہ تم پر

(۱۸۸) لڑو کشتی نہ دیو آسماں سے (تعدادِ اشعار ۱۰ ص ص ۱۵۵/۱۵۶)

تری طرف سے دل اے جانِ جاں اٹھا نہ سکے — بہت ضعیف تھے بارِ گراں اٹھا نہ سکے
حرم کو اس لیے اٹھ کر نہ بت کدے سے گئے — خدا کہے گا کہ جورِ بتاں اٹھا نہ سکے
جو بارِ عشق میں سر سے اتار کر رکھ دوں — ترا تو دیو بھی اے آسماں اٹھا نہ سکے
ہزار بار بہار آئی لیکن اے صیاد — نگاہ ہم طرفِ بوستاں اٹھا نہ سکے
نہ اٹھنا تھا نہ اٹھا کوئے یار سے بندہ — زمیں وہ پکڑی کہ ہفت آسماں اٹھا نہ سکے
صبا نے داغِ محبت اٹھا لیا کیوں کر

(۱۸۹) یہ نال وہ ہے جسے پہلواں اٹھا نہ سکے (تعدادِ اشعار ۱۹ ص ص ۱۵۶/۱۵۷)

صفائی سے یہ اُن کی صورت ہوئی — کہ آئینہ دیکھا تو حیرت ہوئی
لبِ یار کی جب زیارت ہوئی — مسیحا کو مرنے کی حسرت ہوئی
ہوئے سنگِ رہ لاکھ کوہِ ملال — نہ مسدود راہِ محبت ہوئی
ہوئے پیر اب داغِ الفت کہاں — سحر ہو گئی شمعِ رخصت ہوئی
شبِ غم جو بندے کے نالے سنے — فرشتے پکارے قیامت ہوئی
کھلا جام سے غنچۂ آرزو — گلابی گلِ باغِ عشرت ہوئی
نشاں بھی ملے گا نہ گل قبر کا — نہ خوش ہوا گر آج نوبت ہوئی
پس از مرگ ہم سے بتوں کے لیے — لحد میں فرشتوں سے حجت ہوئی
نہ سمجھا وہ بت خاکِ حقِ وفا

(۱۹۰) صبا مفت برباد محنت ہوئی (تعدادِ اشعار ۱۵ ص ص ۱۵۷/۱۵۸)

رات دن محوِ تماشائے بتاں رہتا ہے — آئینہ صورتِ چشمِ نگراں رہتا ہے
ہجر کہتے ہیں کسے فرق کہاں رہتا ہے — ہم بھی رہتے ہیں وہیں یار جہاں رہتا ہے
کون سی جا نہیں وہ جلوہ کناں رہتا ہے — پر کوئی کہہ نہیں سکتا کہ یہاں رہتا ہے

گھر کے دروازے میں زنجیر لگی رہتی ہے
میری وحشت سے نہیں بھی حفظاں رہتا ہے

نقش بر آب ہیں سب تاج و نگیں شاہوں کے
کس کا دنیا میں سدا نام و نشاں رہتا ہے

عاشقوں کے نہیں اشکوں کی روانی پاتا
موج سے چین بجبیں آب رواں رہتا ہے

شمع رو یار سے پروانہ صفت ملتا ہوں
جان کا ہوش محبت میں کہاں رہتا ہے

آفتِ جاں ہے تصور مژۂ جاناں کا
اے صبا دل ہدف نوکِ سناں رہتا ہے

(۱۹۱) (تعدادِ اشعار ۲۲، ص ص ۱۵۸/۱۵۹)

ڈھیر دیکھو گلرخوں کی خاک کے
واہ کیا نیرنگ ہیں افلاک کے

ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے
امتحاں ہیں ایک مشتِ خاک کے

سرکشوں کا نام باقی رہ گیا
قصے ہیں جمشید کے ضحاک کے

آدمی دعوا انا الحق کا کرے
ولولے دیکھو تو مشتِ خاک کے

امتحاں ہو جائے تیر آہ کا
توڑ دے ساتوں توے افلاک کے

غازۂ روئے حسیناں ہو گئی
جم گئے نقشے ہماری خاک کے

جامۂ نیلی، فلک پہنے ہوئے
سوگ میں ہے کس گریباں چاک کے

خاکساروں سے نہ کر پہلو تہی
ایک دن جانا ہے نیچے خاک کے

جامۂ گل دیکھ کر سودا ہوا
چیتھڑے اڑنے لگے پوشاک کے

ہیں رگِ ابرِ بہاری اے صبا

(۱۹۲) ڈورے اپنے دیدۂ نمناک کے (تعدادِ اشعار ۲۳، ص ص ۱۵۹/۱۶۰)

دوڑ چلنا راہِ الفت میں کب اے دل چاہیے
رفتہ رفتہ چاہیے منزل بہ منزل چاہیے

نالۂ شبگیر میں تاثیر اے دل چاہیے
کھینچ کر لائے اسے وہ جذبِ کامل چاہیے

ہو گیا ثابت انا الحق سے ہمیں منصور کے
اس عدالت میں سدا دعوائے باطل چاہیے

تیرہ بختی نے اندھیرے میں بٹھایا ہے مجھے
اس طرف بھی روشنی اے شمعِ محفل چاہیے

امتحاں میں ٹھہریں اتنا منہ رقیبوں کا نہیں
جان دینے کو کلیجہ چاہیے، دل چاہیے

کوچۂ قاتل میں ہر جانب سے آتی ہے صدا
امتحاں ہے، معرکہ درپیش ہے دل چاہیے

جام ہم بادہ کشوں کا توڑنا اچھا نہیں
ٹوٹ جائے محتسب کا شیشۂ دل چاہیے

بحرِ ہستی کی صبا ہر موج طوفاں خیز ہے
عقلِ کامل ناخدائے کشتیِ دل چاہیے

(۱۹۳) (تعدادِ اشعار ۲۸۔ ص ص ۱۶۰/۱۶۱)

اثر ایسا کہاں سے نالۂ شبگیر میں آئے
کہ جس سے فرق جورِ آسمانِ پیر میں آئے

دلائل پر جو وصفِ مالکِ تقدیر میں آئے
نہایت ہم سے عاجز دہر بے تقریر میں آئے

نہ کہہ وہ بات جس سے شک تری تقریر میں آئے
نہ کر وہ کام جس سے فرق کچھ توقیر میں آئے

کبھی اغراق پر اے دل نہ ہم تقریر میں آئے
کہی وہ بات جو فہم جوان و پیر میں آئے

مرقعے میں جو رکھیں اس ریاضِ حسن کا نقشا
چمن سے اڑ کے بلبل گلشنِ تصویر میں آئے

سنیں گے ہم خدا نے کان سننے کو بنائے ہیں
کہے جو کچھ مزاجِ کافرِ بے پیر میں آئے

سناحد سے زیادہ وصفِ جنت کا جو واعظ سے
اٹھے مسجد سے ہم کوئے بتِ بے پیر میں آئے

یہی میں دیکھتا ہوں مدتوں سے آج پر کیا ہے
جب آئے آپ میرے قتل کی تدبیر میں آئے

صبا بعدِ فنا چل کر کہیں گے کنجِ مرقد میں

(۱۹۴) نیا عالم نظر آیا نئی تعمیر میں آئے (تعدادِ اشعار ۱۱۔ ص ۱۶۲)

یہی ہے طور تو ہم سے نہ رسم و راہ رہے
کہاں تلک کوئی اے بدچلن تباہ رہے

طریقِ راست پہ دونوں میں ایک تو ہوگا
ملاپ گبر سے، مومن سے رسم و راہ رہے

خدا کریم ہے اے دل معاف کر دے گا
یہی مزا ہے نہ باقی کوئی گناہ رہے

اسی کا خانۂ دل میں سراغ پایا ہے
بہت دنوں جسے ڈھونڈھا کیے تباہ رہے

صباحِ حشر سراپا قصور وار اٹھے
ہر اک گناہ کے اعضائے تن گواہ رہے

یہ وہ زمانہ ہے ہرگز خبر نہ لے کوئی
تمام عمر جو یوسف اسیرِ چاہ رہے

مجال تھی جو کوئی روکتا زمانے میں

(۱۹۵) ہم اپنے دم سے صبا تیغ بے پناہ رہے (تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ص ۱۶۲/۱۶۳)

اثرِ آتشِ سودا سے دوا جلتی ہے
تیرے بیمار کی صورت سے شفا جلتی ہے

میں جہنم میں جلوں یا نہ جلوں ان کو کیا
واعظوں سے بھی طبیعت مری کیا جلتی ہے

دل میں وہ آگ لگی ہے جو ذرا اف کر دوں
سقفِ گردوں ابھی اے مہر لقا جلتی ہے

سوزِ دل کا تو کبھی حال نہیں سنتا ہے
جان کیسی مری اے ناشنوا جلتی ہے

اے صبا باغ میں تم نالۂ سوزاں نہ کرو
رشک سے بلبلِ بے برگ و نوا جلتی ہے

(۱۹۶) (تعدادِ اشعار ۳۰ ص ص ۱۶۳/۱۶۵)

نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہے
جنوں کا جوش ہے فصلِ بہار باقی ہے

پھنسائے گا مجھے دشتِ جنوں کے کانٹوں میں
یہ ایک آدھ جو دامن کا تار باقی ہے

ہزار بار قیامت گزر گئی ہم پر
مگر ہنوز شبِ انتظار باقی ہے

مے الست کا اللہ رے اثر اے دل
اسی شراب کا اب تک خمار باقی ہے

نشان بھی نہ رہے گا مزار کا اپنے
ترا ہی نام بس اے کردگار باقی ہے

جہادِ نفس بھی ہے اے صبا تمھیں درپیش
بڑا ہی معرکۂ کارزار باقی ہے

(۱۹۷) (تعدادِ اشعار ۱۷ ص ص ۱۶۵/۱۶۶)

چرخِ کج رو بھی سیدھا ہو تو مقصد مل جائے
راس آئے مرا پھر نادہ سہی قد مل جائے

گھر چھٹے شہر چھٹے، سارا زمانہ چھوٹے
ایک وہ منتخب و چیدہ و مفرد مل جائے

خوبِ رضواں سے پٹتی ہو پسِ مرگ اے حور
بہرِ مدفن ترے کوچے کی جو سرحد مل جائے

میں وہ منصف ہوں یہ سمجھوں کہ ہوا عالمگیر
دولتِ فقر اگر صورتِ سرمد مل جائے

بادہ نوشی کا ارادہ ہے بہار آپہنچی
خوبِ ساقی ہو جو گلرو کوئی امرد مل جائے

بحرِ ہستی میں کدورت میں بہت پاتا ہوں
اے سکندر نہ کہیں خاک میں سب جد مل جائے

پردہ رہ جائے صبا ہم سے گنہگاروں کا
حشر کو سایۂ دامانِ محمدؐ مل جائے

(۱۹۸) (تعدادِ اشعار ۱۷ ص ص ۱۶۶/۱۶۷)

اتنی تو دیدِ عشق کی تاثیر دیکھیے
جس سمت دیکھیے، تری تصویر دیکھیے

حد سے بڑھی ہے زلفِ گرہ گیر دیکھیے
الجھے کہیں نہ پاؤں میں زنجیر دیکھیے

ہم عاشقوں کی خوبیِ تقدیر دیکھیے
آپ اپنی، آئنے میں تو، تصویر دیکھیے

ذکرِ رقیب عاشقِ شیدا کے سامنے
اچھی نہیں یہ آپ کی تقریر دیکھیے

جنگل کی راہ لوں گا گریبان پھاڑ کے
آنے میں آپ کرتے ہیں تاخیر دیکھیے

کیا کیا ان آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے اے صبا
کیا کیا دکھاتی ہے ابھی تقدیر دیکھیے

(۱۹۹) (تعدادِ اشعار ۱۳ ص ص ۱۶۷/۱۶۸)

زاہدِ کور سے خم، پیرِ مغاں دور رہے
آمد و رفت سے اندھے کی کنواں دور رہے

قربِ حق سے سببِ وہم و گماں دور رہے
کس قدر عقل سے انبائے جہاں دور رہے

کس طرح عاشقِ بے صبر و تواں دور رہے
دل سے اے جان ذرا یہ خفقاں دور رہے

پھر کوئی بلبل و گلچیں کا تماشا دیکھے
اور دو دن جو گلستاں سے خزاں دور رہے

غیر تو کیا ہے مرا رنگ اگر جم جائے
تجھ سے سایہ ترا اے سروِ رواں دور رہے

بعد مرنے کے لحد میں نہ کوئی کام آیا
وقت پر ہم سے سب ابنائے جہاں دور رہے

اپنے ہم قافلے والوں سے بہت بڑھ آئے
رفقا کچھ نہیں معلوم کہاں دور رہے

خشک ہو جائے گا دریائے شراب اے ساقی
زاہدِ خشک سے یہ آبِ رواں دور رہے

پیشِ قاضی تری فریاد کریں گے جا کر
دخترِ رز سے جو ہم اے پیرِ مغاں دور رہے

کیا ہوا دور رہا میں جو تمہارے دل سے
میرے دل سے تو نہ تم اے مری جاں دور رہے

سیر کے واسطے ہو اور ہی عالم پیدا
کیا تماشا ہو جو دل سے یہ جہاں دور رہے

سر رہے یا نہ رہے، جان رہے یا نہ رہے
یہ قیامت ہے کہ وہ آفتِ جاں دور رہے

بے محل چیخ نہ صبحِ شبِ وصل اے زاہد
کان کے پاس سے للہ اذاں دور رہے

دل کسی کا نہ دکھائے سخنِ بے جا سے
خونِ ناحق سے سدا تیغِ زباں دور رہے

سنبلستاں میں وہ جاتے ہوئے گھبراتے ہیں
اے صبا ان سے یہ آہوں کا دھواں دور رہے

(۲۰۰) (تعداد اشعار ۲۲ ص ص ۱۶۸ تا ۱۶۹)

کیا جائے فتوحات خرابات مغاں ہے
خشتِ سرِ خم لوحِ طلسماتِ جہاں ہے

نادان دہان و کمرِ یار کہاں ہے
کچھ وہم ہے اے دل نہ کمر ہے نہ دہاں ہے

ہم رند پریشان ہیں ماہِ رمضاں ہے
چمکی ہوئی ان روزوں میں واعظ کی دکاں ہے

دو روز کا دنیا میں فقط نام و نشاں ہے
کچھ بھی نہیں اک دن نہ مکیں ہے نہ مکاں ہے

اس گیسوئے مشکیں سے سیاہی میں ملاتے
معلوم نہیں نامۂ اعمال کہاں ہے

اے ترک ہدف ہم کو بنا ہم بھی تو دیکھیں
کس طرح کے یہ تیر ہیں کیسی یہ کماں ہے

اس ہجر میں ہم تو ہیں ندارد کوئی دم میں
اللہ سلامت رکھے اس کو وہ جہاں ہے

پیشِ حکما واہمہ خلاق ہے اے دل
جو کچھ ہے جہاں میں سبب وہم و گماں ہے

گھر ہے چہِ بابل سے فزوں تر شبِ غم میں
گھمڑا ہوا ایسا مری آہوں کا دھواں ہے

کیا مال ہے زر دولتِ دیدار کے آگے
قیمت نہیں یوسف کی زلیخا کو گراں ہے

اک رنگ پہ عالم نہیں رہتا ہے صبا کا
گہ بادِ بہاری ہے گہ بادِ خزاں ہے

(تعدادِ اشعار ۲۴ ص ص ۱۶۹ تا ۱۷۰)

شدنی امر میں یہ وہم و گماں کیا معنی
موت کے نام سے اتنا خفقاں کیا معنی

حالِ الفت نہ کیا اُن سے بیاں کیا معنی
دل کے کچھ کام نہ آئی یہ زباں کیا معنی

خانۂ گور میں تا حشر تجھے رہنا ہے
چار دن کے لیے دنیا میں مکاں کیا معنی

گالیاں بھی مجھے دو گے، جو برا کہتے ہو
مشفقِ من نہ بگڑ جائے زباں کیا معنی

یہ تڑپنا تو تڑپنا ہے جو مر بھی جائیں
رحم آئے تجھے اے دشمنِ جاں کیا معنی

اہلِ دنیا کو میں پاتا ہوں بہت غفلت میں
اس خطر گاہ میں یہ خوابِ گراں کیا معنی

کچھ سمجھ میں نہیں آتی ہیں وہاں سے باتیں
مہرباں کیوں نہیں آتے ہو یہاں کیا معنی

اپنی باتوں سے تو اے طالبِ دنیا باز آ
منہ کی کھلوائے نہ حرصِ لبِ ناں کیا معنی

کوئے جاناں میں کسی کی بھی کوئی سنتا ہے
بے محل اے دلِ نالاں یہ فغاں کیا معنی

ضبطِ نالہ کسی صورت سے نہیں ہو سکتا
رازِ الفت کا رہے دل میں نہاں کیا معنی

تا قیامت یہی نیرنگ چلے جائیں گے
ایک عالم پہ رہے باغِ جہاں کیا معنی

اے صبا خوب ہے غنچے کی طرح خاموشی
غل مچانا صفتِ برگِ خزاں کیا معنی

(۲۰۲) (تعدادِ اشعار ۲۸ ص ص ۱۷۱/۱۷۲)

ہچکی لگی ہے دھیان میں اک آفتاب کے
کیوں کر گلے سے گھونٹ اتاریں شراب کے

ہم مے کشوں پہ یہ کلمے اجتناب کے
زاہد کے منہ پہ دیجیے چھینٹے شراب کے

آئیں گے گرزے کے فرشتے عذاب کے
توڑے تو محتسب مرے شیشے شراب کے

کعبہ بنائیے کہ کلیسا بنائیے
دل سا مکاں حوالے کیا ہے جناب کے

خط کیسا نامہ بر کے بھی پرزے اڑے وہاں
ہم اے صبا رہے مترصد جواب کے

(۲۰۳) (تعدادِ اشعار ۱۴ ص ص ۱۷۲/۱۷۳)

طالبِ وصل سے تم آج بھی جھگڑا لائے
پھر وہی کل کی طرح وعدۂ فردا لائے

اے صنم تجھ کو جو منظور ہوئی آرائش
سرمہ آنکھوں کے لیے طور سے موسا لائے

تو نہ ہوتا تو نہ دنیا میں کوئی غم ہوتا
کیوں عدم سے تجھے ساتھ اے دلِ شیدا لائے

ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھے شبِ غم میں تو بھی
گو کہ موسیٰ بھی چراغِ یدِ بیضا لائے

اے صبا زندۂ جاوید ہوئے ہم پسِ مرگ
خانۂ گور میں تشریف جو مولا لائے

(۲۰۴) (تعدادِ اشعار ۱۶، ص ص ۱۷۳/۱۷۴)

فلک تک بھی ہر چند جاتی ہے بجلی — مگر کوئی آہوں کو پاتی ہے بجلی
ہمیں اور چشمِ غضب سے وہ دیکھیں — یہ تقدیر ہم پر گراتی ہے بجلی
وہ جھولے پہ جس وقت گاتے ہیں ساون — بہت چرخ پر حال لاتی ہے بجلی
دکھاتے ہیں ہم جو تڑپ آہِ دل کی — تو رہ رہ کے کیا تلملاتی ہے بجلی
صباؔ آہِ دل سے مگر ہم سری کی
چھیڑے ہوا کے جو کھاتی ہے بجلی (تعدادِ اشعار ۱۴، ص ۱۷۴)

(۲۰۵)

یہ ٹکرایا، سر اپنا اُن کے در سے — کہ سر پکڑے ہوئے نکلے وہ گھر سے
خدایا، حشر کو رسوا نہ کرنا — کہے رکھتا ہے بندہ پیشتر سے
یہ شوقِ منزلِ مقصد ہوا ہے — بڑھے جاتے ہیں کوسوں راہ بر سے
خرابی مزرعِ ہستی پہ آئی — پڑا پالا جو اک بیداد گر سے
بشر غافل ہے دنیا میں اجل سے — اجل غافل نہیں ہرگز بشر سے
غمِ شہ میں صباؔ آنسو بہا کر
جہنم کو بجھا آبِ گہر سے (تعدادِ اشعار ۱۲، ص ۱۷۵)

(۲۰۶)

زاہد عبث نہ منتظرِ حورِ عین رہے — اچھا رہے جو محوِ بتانِ حسین رہے
اے ترک تجھ کو روز مبارک ہو قتلِ عام — کہنی تلک لہو میں بھری آستین رہے
نکلی جو روح خانۂ تن ہو گیا خراب — ممکن نہیں مکان سجل بے مکین رہے
پروانوں کا ہجوم تھا شمعِ حیات تک — احباب گرد تا نفسِ واپسیں رہے
رکھیے نہ دس طرح کا لباس اے صباؔ کبھی
لالے کی طرح سے فقط اک پوستیں رہے (تعدادِ اشعار ۸، ص ص ۱۷۵/۱۷۶)

(۲۰۷)

ہم تو کعبے کی طرف صرفِ مناجات رہے — کعبۂ دل میں نہاں قبلۂ حاجات رہے
دل کی بیتابی سے نالہ ہم اگر کر بیٹھیں — یہ تو فرمائیے پھر آپ کی کیا بات رہے
رنجِ دنیا سببِ راحتِ عقبیٰ ٹھہرے — وہی اچھے رہے جو موردِ آفات رہے
سات پردوں میں نہ جب تک کہ وہ چھپ کر بیٹھے — آنکھ پھیرے ہوئے خورشید سے ذرات رہے
شیخ صاحب کبھی عقبیٰ کا بھی دھیان آتا ہے
کچھ وہاں کے بھی لیے کشف و کرامات رہے

(۲۰۸) (تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ۱۷۶)

ہاتھ آ گیا جو ساقیِ عالی مقام سے — سرمست آفتاب ہُوا ایک جام سے
خُود آئے کچھ غرض ہو اگر بادشاہ کو — اُٹھے گا یہ فقیر نہ اپنے مقام سے
ساقی خُدا کرے نہ ہے آباد مے کدہ — خُم سے سُبو سے رطل سے شیشے سے جام سے
بعدِ فنا بھی ہے جو یہی فوجِ آرزو — اُٹھیں گے روزِ حشر بڑے اہتمام سے

ہم کیا ہیں اے صبا جو نہ ہوں ہم پہ افترے

(۲۰۹) محفوظ انبیا نہ ہے اتہام سے (تعدادِ اشعار ۱۶۔ ص ۱۷۷)

اِن بُتوں کو جذبۂ دل سے لتاڑا چاہیے — کافروں کو پیچ میں لاکر پچھاڑا چاہیے
تنگ ہیں بازیچۂ ہستی سے ہم اے طفلِ اشک — اِس گھروندے کو کسی صورت بگاڑا چاہیے
خاک ایسی زندگی پر جو کدورت میں کٹے — گردِ کلفت جامۂ ہستی سے جھاڑا چاہیے
تیرے آگے جیب و دامن کی حقیقت اے جنوں — دامنِ محشر بھی ہاتھ آئے تو پھاڑا چاہیے

اے صبا کچھ مس نہیں تم کو لباسِ فقر سے

(۲۱۰) ایک کمل میں بسر ہو جائے جاڑا چاہیے (تعدادِ اشعار ۱۸۔ ص ۱۷۷، ۱۷۸)

آپ اپنی بے وفائی دیکھیے — ہم سے اور ایسی بُرائی دیکھیے
آمد آمد موسمِ گُل کی ہُوئی — پھر طبیعت گُدگُدائی دیکھیے
میری جانب یُوں نظر کرنا نہ تھا — آپ نے بجلی گرائی دیکھیے
لائیے پلوائیے جامِ شراب — دیکھیے بدلی وہ آئی دیکھیے

وہ نہ آنا تھا نہ آئے اے صبا

(۲۱۱) رفتہ رفتہ موت آئی دیکھیے (تعدادِ اشعار ۱۵۔ ص ۱۷۸ تا ۱۷۹)

نفسِ نمرُود ہے کیا ہونا ہے — شرکِ موجُود ہے کیا ہونا ہے
چھوڑ دنیائے دنی کا پیچھا — اِس سے کیا سُود ہے کیا ہونا ہے
ہست و بودِ تنِ خاکی اِک دن — نیست نابُود ہے کیا ہونا ہے
خُود پرستی کی بُری ہے صورت — سب معبُود ہے کیا ہونا ہے

اے صبا دیکھ وہ پردہ نشیں
کس سے خوشنُود ہے کیا ہونا ہے

(۲۱۲) (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ص ۱۷۹ تا ۱۸۰)

دلِ پُر داغ، باغ کس کا ہے — دیدۂ تر، ایاغ کس کا ہے
کیوں کہیں زلفِ یار کو سنبل — یاں پریشاں دماغ کس کا ہے
کس کا مسکن ہے سینۂ عارف — دلِ روشن، چراغ کس کا ہے
جیبِ گل کس پہ چاک رہتا ہے — دل میں لالے کے داغ کس کا ہے

اے صبا اس زمیں میں ایسے شعر
ایسا عالی دماغ کس کا ہے

(۲۱۳) (تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۱۸۰/۱۸۱)

کبھی نہ قدر ہوئی یہ ملال لے کے چلے — لحد میں ساتھ ہم اپنا کمال لے کے چلے
عدم کی راہ میں جانا پڑے گا خالی ہاتھ — یہ وہ سفر نہیں جس میں کہ مال لے کے چلے
ہمارے پاس سے یوں نزع میں وہ گل اٹھ جائے — یہ اور داغ دمِ انتقال لے کے چلے
جو مر بھی جائیں تو وہ راہ پر نہ آئے گا — جنازہ چار قدم کیا مجال لے کے چلے

صفائے دل کا صبا حال کھل گیا دمِ نزع
بے خیال

(۲۱۴) یہ آئنہ تو عدیم المثال لے کے چلے (تعدادِ اشعار ۲۶، ص ص ۱۸۱/۱۸۲)

بہار آئے الٰہی چمن پری ہو جائے — یہ زرد زرد ہر اک شے ہری ہری ہو جائے
کبوتر اڑ کے جو پہنچے وہاں پری ہو جائے — جوابِ نامہ جو لائے پیمبری ہو جائے
کبھی نہ آئنہ دل کا تمھیں دکھاؤں گا — تم ایک ہو کہیں صورت نہ دوسری ہو جائے
وہ اشکبار ہیں دل کھول کر اگر روئیں — زمانہ صورتِ حدِ سکندری ہو جائے
چڑھا جو دار پہ منصور یہ اشارہ تھا — قدم زمیں پہ نہ رکھتے جو خودسری ہو جائے

صبا تم ایک ہی آتش زباں ہو چپ بھی رہو
چراغ پا کہیں سن کر نہ انوری ہو جائے

(۲۱۵) (تعدادِ اشعار ۱۷، ص ص ۱۸۲/۱۸۳)

سر سے شیشے غمِ ساقی میں سراسر توڑے — ہونٹ دانتوں سے چبائے لبِ ساغر توڑے
محوِ صورت نہ ہو معنی سے اگر واقف ہو — اپنے آئینے کو پتھر سے سکندر توڑے
عاشقوں کے لیے شمشیرِ ادا کافی ہے — سخت جانوں پہ عبث یار نے خنجر توڑے
منزلِ گور میں منعم کے نہ زر کام آیا — لے گیا خاک نہ، صندوق میں بھر کر توڑے
خاطریں چاہیے آپس میں مسلمانوں کو — قہر ہے دل جو برادر کا برادر توڑے

آہیں کرتا ہوں تو کہتے ہیں ملک گھبرا کر — یہ ہوا کشتیِ گردوں کا نہ لنگر توڑے
سختیِ دہر سے کیا خوف دلِ عاشق کو — یہ وہ شیشہ ہے جو لڑ جائے تو پتھر توڑے
واعظِ شہر کو رہ رہ کے جلایا کیا کیا

(۲۱۶) روزے رکھ رکھ کے صبا نے رمضان بھر توڑے (تعدادِ اشعار ۲، ص ۱۸۳/۱۸۴)

عکس پر اُن کو پری کا جو گماں ہوتا ہے — آئنہ دیکھ کے کیا کیا خفقاں ہوتا ہے
دودِ دل عشق کی خامی سے عیاں ہوتا ہے — ہیزمِ تر کو جلاؤ تو دھواں ہوتا ہے
شوقِ دیدار میں طاقت نہیں گویائی کی — حالتِ دل کا اشاروں سے بیاں ہوتا ہے
خاکساروں ہی نے ہے عشق کی دولت پائی — انھیں ویرانوں میں یہ گنج نہاں ہوتا ہے
آہیں بھرتے ہیں صبا آپ خدا خیر کرے

(۲۱۷) اِس ہوا سے چمنِ زیست خزاں ہوتا ہے (تعدادِ اشعار ۲۶، ص ۱۸۴/۱۸۵)

آہیں بھریں جو اُس بتِ پُر نور کے لیے — آندھی چلے چراغِ سرِ طور کے لیے
آنکھیں صبا پُر آب ہیں اُس نور کے لیے — افسردہ دل ہیں آتشِ مغفور کے لیے
منظور اُس کو بزمِ جہاں کا فروغ تھا — روشن چراغِ حسن کیا نور کے لیے
دیکھا گیا نہ حال جو دردِ فراق کا — عیسیٰ نے رو دیا ترے رنجور کے لیے
وہ تیرہ روز ہوں دلِ صد چاک اے صبا

(۲۱۸) شانہ ہے گیسوے شبِ دیجور کے لیے (تعدادِ اشعار ۲۲، ص ۱۸۵/۱۸۷)

یہ داغ ہے خورشیدِ لبِ بام نہیں ہے — خونباریِ عاشق شفقِ شام نہیں ہے
جب تک نہ جلوں جان کو آرام نہیں ہے — پروانہ ہوں جلنے کے سوا کام نہیں ہے
آئے ہیں دمِ نزع وہ اغیار کو لے کر — کیا کہیے کہ کچھ کہنے کا ہنگام نہیں ہے
کشتہ تری قامت کا ہوں محشور نہ ہوں گا — دفتر میں قیامت کے مرا نام نہیں ہے
عاشق ہوں مجھے کوچۂ جاناں سے غرض ہے — واعظ تری جنت سے مجھے کام نہیں ہے
وہ بلبلِ نالاں ہیں کہ نالوں سے ہمارے — کس دن چمنِ دہر میں کہرام نہیں ہے
شبنم کی طرح ہم ہیں صبا باغِ جہاں میں

(۲۱۹) رونے کے سوا اور ہمیں کام نہیں ہے (تعدادِ اشعار ۱۵، ص ۱۸۷)

اے جنوں ترک نہ ہو الفتِ مژگاں ہم سے — نوک کی لیں نہ کہیں خارِ بیاباں ہم سے

تیرے گلشن کو فقط اک تفِ دل کافی ہے
راگ لانا نہ کہیں بلبلِ نالاں ہم سے

معرکہ پڑتے ہی اُٹھ جائیں گے غیروں کے قدم
جب سمجھنا ہو سمجھ لیں سرِ میداں ہم سے

پھر چلے دامنِ صحرا کی طرف آئی بہار
پھر ہوا جوشِ جنوں دست و گریباں ہم سے

اے صبا ہم بھی وہ آندھی ہیں بقولِ ناسخ
اُڑ کے جائے گا کہاں تختِ سلیماں ہم سے (تعدادِ اشعار ۲۳۔ ص ۱۸۹)

(۲۲۰) رہنے والے تھے یہ نادان کہ جانے والے
خاک سمجھے نہ مکانوں کے بنانے والے

ایک اک سرو ہے شاہد چمنِ عالم کا
خاک میں مل گئے کیا کیا سر اٹھانے والے

حالِ قارون کا قرآن کو لے کر دیکھیں
اژدہا بن کے جو بیٹھے ہیں خزانے والے

حالِ دل کہیے تو کس طنز سے وہ کہتے ہیں
تم سلامت رہو اُلفت کے جتانے والے

حالِ دل شب کو جو کہنے کو گئے فرمایا
لیجیے آئے مری نیند اڑانے والے

کوچۂ عشق کی راہیں کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانیں غریب اگلے زمانے والے

اے صبا حشر کو ہم رند یہ کہتے آئے
المدد ساغرِ کوثر کے پلانے والے (تعدادِ اشعار ۱۷۔ ص ۱۸۹)

دل ہمارا کشتۂ نیرنگ ہے
آہ میں قوس و قزح کا رنگ ہے

ہر جگہ تیرا نرالا رنگ ہے
آب ہے گوہر میں گل میں رنگ ہے

چھیڑتا ہے کیوں سمندِ عمر کو
عرصۂ ہستی نہایت تنگ ہے

خاک اڑاتی پھرتی ہے بادِ خزاں
آج کل مٹی چمن کا رنگ ہے

بلبلیں گل پر فدا ہم یار پر
اے صبا یہ اپنا اپنا رنگ ہے (تعدادِ اشعار ۷۔ ص ۱۹۰)

شبِ غم اور بختِ تیرہ ہے
اے فلک کون یہ وطیرہ ہے

آدمی ہوں گنہ و طیرہ ہے
گہ صغیرہ ہے گہ کبیرہ ہے

لبِ شیریں یار کے آگے
قند گڑ ہے تو شہد خیرہ ہے

دیکھ کر آئنہ وہ کہتے ہیں
چشم محوِ جمال خیرہ ہے

بحرِ غم سے صبا نجات ملی
اس غزل کی زمیں جزیرہ ہے

(۲۲۳) (تعدادِ اشعار ھ ص ۱۹۰)

لڑ گئی اپنی نظر اُس کے رُخِ پُر نور سے — واہ رے تیور نہ جھپکی آنکھ برقِ طور سے
نزع میں سن لو وصیت عاشقِ رنجور سے — پاس آؤ کیا تماشا دیکھتے ہو دور سے
اے جنونِ دشتِ جنوں میں ہو مری مٹی عزیز — باز آیا میں کفن سے غسل سے کافور سے
جب کہا میں نے کہ مجھ سے غیر سے ہوگا فساد — بولے وہ ہم بھی تماشا دیکھ لیں گے دور سے
ناز کرتا ہے مرے دل کو ملا کر خاک میں

(۲۲۴) اے صبا اللہ سمجھے اُس بتِ مغرور سے (تعدادِ اشعار، ص ۱۹۰ تا ۱۹۱)

دل لگانا عذاب ہوتا ہے — آدمی کیا خراب ہوتا ہے
خانۂ دل ترے تصور سے — لامکاں کا جواب ہوتا ہے
ہونی ہوتی ہے جب کہ بربادی — عشقِ خانہ خراب ہوتا ہے
مے پرستوں کے دن جو پھرتے ہیں — دَور دَورِ شراب ہوتا ہے
کیا مرا ساتھ دے گا گردش میں

(۲۲۵) آسماں کیوں خراب ہوتا ہے (تعدادِ اشعار ھ ص ۱۹۱)

خوب معلوم ہے حالِ دل ناشاد مجھے — دیکھ جذبے میں نہ لا او ستم ایجاد مجھے
رہنے دے گی نہ قفس میں مری فریاد مجھے — مار ڈالے گا گلا گھونٹ کے صیاد مجھے
اک پری زاد کے غم نے یہ کیا ہے لاغر — ڈھونڈھتا ہے نہیں پاتا مرا ہم زاد مجھے
ہائے کیا بھول گئے یار عدم میں جا کر — کیا تماشا ہے کسی نے نہ کیا یاد مجھے
اور تو کیا ہے ابھی خطِ غلامی لکھ دوں

(۲۲۶) کھینچ دے یار کی تصویر جو بہزاد مجھے (تعدادِ اشعار ھ ص ۱۹۱)

کوئی صورت نہیں بچنے کی حد آفت آئی — کس قیامت کی بلائے شبِ فرقت آئی
مر گئے پر جو مجھے یاد وہ قامت آئی — ناز کرتی ہوئی مرقد پہ قیامت آئی
یار کو حسن ملا، بغض و حسد غیروں کو — قسمتوں سے مرے حصے میں محبت آئی
ہم وہ مے کش تھے اُسے قلقلِ مینا سمجھے — ایک ہچکی سی جو ہم کو دمِ رحلت آئی
بات رکھ لی دلِ ناکام نے مرتے مرتے
تابِ گور زباں پر نہ شکایت آئی

(۲۲۷) (تعدادِ اشعار ۴۔ ص ۱۹۱)

پس از فنا مجھے موجِ ہوا کمند ہوئی — کہ خاکِ یار کے کوٹھے تلک بلند ہوئی
جو آج دیکھتا ہے تو، وہ کل نہ دیکھے گا — کھلے گی حشر کو غافل جو آنکھ بند ہوئی
نہ جائے امن مرے دل کو سمجھے لشکرِ غم — شکست کھائے گی جو فوج قلعہ بند ہوئی

ہمیشہ جبر پہ بندے کا اختیار رہا
نہ کی وہ بات طبیعت کو جو پسند ہوئی

رباعیات

(۱) (ص ۱۹۲)

کیوں مجھ سے تعلی کی نہ تو اے بدلے — معلوم ہوا نیکیوں کے ہیں بدلے
اک رنگ پہ ہیں ہم تو برنگِ خورشید — گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدلے

(۲) (ص ۱۹۲)

سرسبز ہوا کبھی نہ باغِ ہستی — سر چوٹ رہا دھڑ اہلِ باغِ ہستی
چلنے جو لگے ہجومِ غم کے جھونکے — خاموش ہوا صبا چراغِ ہستی

(۳) (ص ۱۹۳)

کیا خوب مزاج کا طریقہ ہے واہ — گہ خضر گہے رہزن و گم کردہ راہ
اے بندہ نواز یہ تلوّن کیسا — لاحول و لاقوّت الّا باللہ

قطعاتِ تاریخ

(۱) قطعۂ تاریخ کتاب پنجۂ مہر تالیفِ مرزا حاتم علی مہر (ص ۱۹۳)

پنجۂ مہر چو از مہر شنید — بہ بیانش دلِ من شیدا گشت
جذبِ انسخہ کہ از ہر لفظش — حسنِ معنی بصفا پیدا گشت
عیسوی گفت صبا تاریخش — پنجۂ مہر ید بیضا گشت

(۲) قطعۂ تاریخِ مسجد (ص ۹۳) [۱۸۵۲ء]

کرد حافظ علی بنا مسجد — معبدہ خوب شد پئے عبّاد
فکرِ تاریخ چوں صبا کردم — گفت دل: "خانۂ خدا آباد" [۱۲۶۸ھ]

(۳) قطعۂ تاریخ انتقال والدہ شیخ مہدی حسن نظم (ص ۱۹۳)

اُمِّ مہدی حسنِ نظم چو مُرد — رُوحِ او نکہتِ فردوس شدہ
از سرِ آہ صبا بنوشتم — مومنہ زینتِ فردوس شدہ

[۱ + ۱۲۶۷ = ۱۲۶۸ھ]

(۴) قطعۂ تاریخ امام باڑہ بنّی جان طوائف (ص ۱۹۳)

عزاخانہ شہ ہر دوسرا کا — بنا ہے چوک میں باعز و اجلال
ہوئی ہیں اس کی بنّی جان بانی — نہ ہے ہمت خوشا طالع خوشا حال
صبا نے نظم کی بننے کی تاریخ — زیارت گاہ یہ بنّی تھی امسال

[۱۲۶۸ھ]

[غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء نیز طبع اپریل ۱۸۵۶ء (ص ص ۱۹۳ تا ۱۹۷)
میں وفاتِ میر وزیر علی صبا پر گیارہ شاعروں کے فارسی اور اردو میں ۱۳ عدد قطعات
تاریخ شامل ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں]

[قطعۂ تاریخ]

از شیخ امداد علی بحر [غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ۱۹۴]

کاملِ شعر و سخن عالم اسرارِ کلام — بلبلِ باغِ معانیِ شگفتہ بنیاد
دوست یکرنگ و وفا کیش و کثیر الاحباب — صاحبِ وضع و خوش اطوار جواں نیک نہاد
بود بہرِ سفرِ خلدِ بریں پا بر کاب — زاسپ بگسستہ عناں بر سرِ خاکش افتاد
مہلتِ یکشبہ از قابضِ ارواح نیافت — رفت از دارِ فنا خستہ دماغ و ناشاد
بحر ازیں مصرعِ جانسوز گل سال دمید — چمنِ ہستی موہوم صبا شد برباد

۱۲۷۱ھ

[قطعۂ تاریخ]

از میر ولد حسن فوق [غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ص ۱۹۴ تا ۱۹۵]

جب گرے گھوڑے سے وزیر علی — کان سے منہ سے خوں بہنے لگا
حکما سے کہا یہ جا کر حال — بولے وہ فصد لو تو ہو گی شفا
فصد کھلوائی اُس گھڑی اُن کی — کیا کہوں کیسا ہو گیا نقشا
نبضیں ہاتھوں کی ہو گئیں ساقط — عالمِ نزع ہو گیا پیدا

غیر حالت جب اِس طرح کی ہوئی — پنج شنبے کی شب کا تھا پچھلا
بست و ہفتم مہ صیام کی تھی — ہائے اُس دن یہ سانحہ گزرا
روح نے کی مفارقت اُس دم — خوب محشر بپا سبھوں نے کیا
گردشِ آسماں کے ہاتھوں سے — اک زمانہ ہُوا تہ و بالا
آفتاب سخن ہُوا پنہاں — ہائے اندھیر ہو گیا کیسا
فکر تاریخ اب کرو اے فوق — جو کہ قسمت میں ہونا تھا وہ ہُوا
پھر کہی یہ وفات کی تاریخ — گئے باغِ جہاں سے آہ صبا

[فوق کے اس قطعے سے پتا چلتا ہے کہ میر وزیر علی صبا نے گھوڑے سے گر کر ۲۷ رمضان ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۵ء یوم چہار شنبہ کی شب میں وفات پائی تھی۔ چہار شنبے کا دن گزر کر جو رات آتی ہے اُسے شب پنج شنبہ کہا جاتا ہے۔]

[قطعۂ تاریخ] از مرزا آغا حسن آغا [غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ۱۹۵]

باغِ عالم پر اُداسی چھا گئی — بلبلِ دل ہے مکدّر بے صبا
مصرعِ تاریخ آغا نے کہا — دل شگفتہ ہوئے کیوں کر بے صبا

[غنچۂ آرزو طبع اوّل مطبوعہ ۲۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق ۲ اپریل ۱۸۵۶ء کے سرورق اور صفحہ ۱۹۷ کے خاتمۃ الطبع کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ غنچۂ آرزو طبع اوّل مرزا آغا حسن آغا کی فرمایش پر مطبع محمدی لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ص ۱۹۸ تا ۲۰۰ میں دس شاعروں کے ۱۳ قطعاتِ تاریخ طبع دیوان ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:]

قطعہ از شیخ فضل احمد صاحب متخلص بہ کیف غنچۂ آرزو طبع اوّل ۱۹۸

اے زہے نظمِ لاجوابِ صبا — نہیں دیوان یہ کرامت ہے
نئے مضمون ہیں نئی بندش — کیا فصاحت ہے کیا بلاغت ہے
سالکانِ رہِ مجازی کو — رہبرِ منزلِ حقیقت ہے
صاحبِ فہم کے لیے اے کیف — پند ہے وعظ ہے نصیحت ہے
عیسیِ طبع نے کہی تاریخ — کیا نیا نسخۂ محبت ہے [۱۲۷۲ھ]

لہ یہاں لفظ "گئے" میں گ یے یے کے بہ عدد شمار ہوتے ہیں مطلوبہ سنہ ۱۲۷۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ امیر مینائی وغیرہ "گئے" میں دو عدد یے کے قائل تھے [زبان اور قواعد: رشید حسن خاں ص ص ۴۰۹ تا ۴۱۳]

[قطعہ] از میر ولد حسن صاحب متخلص بہ فوق غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ۱۹۹

جس گھڑی چھپ چکا کلام صبا — خوش ہوئے دوست دیکھ کر کیا کیا
فوق نے اس طرح کہی تاریخ — واہ باغ و بہار کیا چھپا [۱۲۷۲ھ]

[قطعہ] از امداد علی صاحب متخلص بہ بحر غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ۱۹۹

تحفۂ اشعارِ جنابِ[1] منفور — مخزنِ تازہ مضامیں دیواں
سالِ دیوانِ صبا بحر اینست — دفترِ عشق دل آویز جہاں

[قطعہ] از میر حبیب اللہ صاحب متخلص بہ تارک شاگردِ صبا ص ۱۹۹

کلامِ صبا چھپ چکا جس گھڑی — کہا دیکھ کر سب نے کیا کیا خوب ہے
سُنا جب کہ ہاتف نے تارک کہا — ہے فضلی یہ تاریخ مرغوب ہے [۱۲۷۳ھ فضلی]

[قطعہ] از احقر الانام جیت رام کاتب دیوان شاگرد منشی میڈو لال زار[2] ص ۱۹۹

لکھ چکا اپنے قلم سے جب کہ دیوانِ صبا — غنچۂ خاطر مرا مانندِ گل خنداں ہوا
میں نے پوچھی ہاتفِ غیبی سے جب تاریخِ طبع — یہ کہا اس نے گلستانِ صبا بہتر چھپا

[قطعہ] از امیر اللہ صاحب متخلص بہ تسلیم غنچۂ آرزو طبع اوّل ص ۲۰[3]

شدہ چوں طبع این دیواں ز فکرِ شاعرِ یکتا — بہ ترتیبے عجائب طرز نیکو طرفہ انداز ے
پئے تاریخِ او تسلیم از کلکِ سخن آرا — رقم کردم کلامِ او ستادے نکتہ پرداز ے

[غنچۂ آرزو طبع اوّل مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ص ۲۰ پر اس سلسلے کا آخری قطعہ میر محمد حسین محمد کا ہے جس کے بعد دیوان "تمت بالخیر" کی عبارت پر تمام ہو جاتا ہے۔ یہ تمام قطعاتِ تاریخ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء میں بھی مل جاتے ہیں۔ لیکن طبع فروری ۱۸۷۷ء میں صادق علی بدر، کنور چندی سہائے نہال اور لالہ خدا بخش عرف تاج بہادر غریب کے تین ایسے قطعاتِ تاریخ بھی ہیں جو غنچۂ آرزو طبع اوّل میں موجود نہیں]

---

[1] طبع اوّل میں "جناب" جو "جناب" کی تصحیف ہے۔ طبع ۱۸۷۷ء میں "جناب" درست ہے۔
[2] اس عنوان سے پتا چلتا ہے کہ غنچۂ آرزو طبع ۱۲۷۲ھ کے کاتب جیت رام تھے۔
[3] تسلیم کا یہ قطعہ نظم ارجمند طبع ۱۸۷۷ء پر اضافہ ثابت ہوتا ہے۔

تعلیقات و حواشی

غزل (۱) ؎ اس غزل کے بعض اشعار تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا [تالیف ۱۸۴۶ء] میں شامل ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا کی یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل اپنی ابتدائی شکل میں کہی جا چکی تھی۔ صبا کی یہ غزل آن کے استاد آتش کی زمین میں ہے [کلیاتِ آتش۔ طبع اپریل ۱۸۸۸ء ص ۲۲۵]

(۲) ؎ یہ غزل بھی آتش کی زمین میں ہے۔ کلیات آتش ص ۴۸ طبع اول "اپنا" لیکن طبع ۱۸۷۷ء "میرا"

(۳) ؎ مشاطۂ سخن: صفدر عزیز الپوری ص ۲۶ سے پتا چلتا ہے کہ صبا کے اس شعر پر آتش نے اصلاح دی تھی۔ گویا صبا کی یہ غزل کسی نہ کسی شکل میں آتش کی وفات چہار شنبہ ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔ اس غزل کی زمین میں امانت لکھنوی کی بھی ایک غزل گلدستۂ امانت مطبع احمدی دہلی طبع ۱۸۸۶ء ص ص ۲ تا ۳ میں موجود ہے۔

؎ لفظ "آغوش" دہلی میں مونث اور لکھنؤ میں مذکر بولا جاتا تھا [زبان اور قواعد: رشید حسن خاں ص ص ۱۷۷ تا ۱۷۹] صبا کے استاد بھائی رند لکھنوی کے یہاں لفظ "آغوش" مذکر ملتا ہے ع: "واکسی نے نہ مرے واسطے آغوش کیا" [گلدستۂ عشق: رند لکھنوی مطبع نول کشور کانپور طبع جولائی ۱۸۸۴ء ص ۷]۔ اسی لیے یہاں صبا کے کلام میں "آغوش" کو مذکر مانا گیا ہے اور "اپنی آغوش" کے بجائے "اپنے آغوش" لکھا گیا ہے۔ آتش کا یہ مصرع بھی دیکھیے "تنگ اس گل کی قبا سے بھی مرا آغوش ہے" [کلیات ص ۱۶]

(۴) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں یہاں سہو سے "پٹنا" کی جگہ "ملنا" مرقوم ہو گیا ہے۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر فرہنگِ آصفیہ اور مہذب اللغات میں محاورہ "کوڑا کرنا" کی سند میں پیش کیا گیا ہے۔ مجھے الٰہی بخش معروف دہلوی کے اس مصرعے: "تو سن فکر کو معروف ہے کوڑا کرتا" میں بھی "کوڑا کرنا" کی سند ملی ہے [رسالہ معیار پٹنہ ماہ مئی ۱۹۳۶ء بہ حوالہ خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ]۔

(۵) ؎ اِس غزل کا یہ ایک شعر بزمِ سخن طبع ۱۸۸۱ء ص ۷۵ میں بھی ملتا ہے:۔

اللہ رے اُن کا غصہ اتنا نہیں سمجھتے کیوں کر کوئی جیے گا جب یوں عتاب ہوگا

یہ شعر دیوانِ صبا میں موجود ہے۔

(۸) ؎ غنچۂ آرزو ص ۹ میں "ترارہ" شاید قدیم املا مہذب اللغات میں "طرارہ" ملتا ہے۔

(۱۱) ؎ بندھوا، بندھا ہوا، قیدی [فرہنگِ آصفیہ جلد اوّل طبع ۱۹۷۴ء ص ۴۱۶]

(۱۵) ؎ مشاطۂ سخن ص ۲۷ سے پتا چلتا ہے کہ صبا کے اِس شعر پر آتش نے اصلاح دی تھی گویا صبا کی یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں آتش کی وفات ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل معرضِ وجود میں آچکی ہوگی۔ صبا کا یہ مطلع اُن کے استاد بھائی رند کے اِس مطلعے سے مماثل ہے ؎

کوہ فرہاد سے مجنوں سے بیاباں جیتا وحشتِ دل ترے اقبال سے میداں جیتا

[گلدستۂ عشق ص ۸]

(۱۸) ؎ بڑھا ہوا، بلند ہوا، اونچا ہونا [فرہنگِ آصفیہ]

؎ صبا کا یہ شعر رند کے اِس شعر سے مماثلت رکھتا ہے ؎

ایک عالم ہے تہ و بالا فلک کے ہاتھ سے یہ ہنڈولا بھی کبھی زیر و زبر ہو جائے گا

[گلدستۂ عشق طبع ۱۸۸۴ء ص ۳] رند و صبا کے بعض اشعار میں مماثلت شاید اِس لیے ہے کہ یہ دونوں ایک ہی استاد آتش کے شاگرد تھے اور دونوں ایک دوسرے کے کلام کو پیشِ نظر رکھتے ہوں گے۔

(۱۹) دیوان طبع ۱۸۷۷ء و کلیات طبع ۱۸۹۰ء ص ۱۱ میں "زنہار" تھا لیکن طبع اوّل ص ۱۷ میں "زنّار" قابلِ ترجیح ہے۔

(۲۰) ؎ صبا لکھنوی کا یہ شعر طورِ کلیم و سید نور الحسن خاں مطبع مفید عام آگرہ طبع ۱۲۹۸ھ فروغِ اوّل (ص ۶۳) میں بھی نقل ہوا ہے۔

(۲۳) ؎ صبا کی یہ غزل آتش کی ایک غزل کی ہم ردیف ہے [کلیاتِ آتش ص ۲۵ تا ۲۶]

(۲۵) ؎ غزل بے مقطع ہے۔

(۲۷) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء (ص ۲۲) میں لفظ "نہ" غلطی سے حذف ہو گیا ہے۔ طبع اوّل و کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۵ سے تصحیح کی گئی ہے۔

۲ صبا کا یہ شعر ادبی مباحثے کا موضوع بنا تھا۔ اردو کے ادبی معرکے ص ۴۵ ۱]

(۲۸) ۱ تصویر نہالی = بستر پر بنی ہوئی تصویر۔ مہذب اللغات کے لیے صبا کا یہ شعر مفید مطلب ہے

(۳۰) ۱ لوحی = پرانا نازہ ہر لا سانپ

(۳۶) ۱ یہاں "ان کی نقاب" کے بجائے ہم نے "ان کے نقاب" لکھا ہے۔ صبا کے یہاں نقاب کی تذکیر غنچۂ آرزو ص ۶ کے اس مصرع سے ثابت ہے: "ابر تنک کی صورت منہ پر نقاب ہوگا"

۲ اسی قافیے اور اسی ردیف مگر علاحدہ بحر میں سید حسن لطافت لکھنوی کی بھی ایک غزل ملتی ہے [ریاض لطافت: ص ۵۹]

(۳۹) ۱ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں اس غزل کے اشعار کی تعداد ۱۴ صحیح درج ہوئی ہے مگر غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء میں تعداد اشعار غلطی سے ۱۳ درج ہو گئی ہے۔

(۴۵) ۱ صبا کا یہ مطلع تذکرہ بزم سخن طبع ۱۸۸۱ء ص ۷۵ میں بھی موجود ہے مگر وہاں مصرع آخر یوں درج ملتا ہے: "رہ گئے دیکھتے منہ شیخ و برہمن کیسا"۔ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں یہ مصرع یوں ہے:
"رہ گئے دیکھ کے منہ شیخ و برہمن کیسا"

(۴۶) ۱ اس زمین میں آتش کی بھی ایک غزل ہے [کلیات آتش ص ۲۵ تا ۲۶] صبا کی غزل آتش کے مقابلے میں کیفیت اور تعداد اشعار دونوں ہی اعتبار سے فروتر ہے۔

(۴۷) ۱ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء: "دل کر کے آن کے چاہ زنخداں میں رہ گیا" مگر غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء (ص ۴) میں مصرع یوں ہے:
"دل گر کے آن کے چاہ زنخداں میں رہ گیا"

(۴۹) ۱ غزل بے مقطع ہے۔

(۵۰) ۱ یہ غزل بھی بے مقطع ہے اور اس غزل کے بعد دیوان میں تین اور نامکمل غزلوں کے دس متفرق اشعار ملتے ہیں مگر ان تینوں غزلوں پر کوئی نمبر نہیں درج ملتا۔
غزل (۵۰) کے بعد غزل نمبر (۵۱) ردیف "ب" میں ملتی ہے۔

(۵۱) ۱ دیوان میں غزلوں پر ردیف کا اندراج نہیں۔ ردیفوں کا اندراج میں

نے انتخاب میں کیا ہے۔ کاظم علی خاں۔

۲ دیوان میں اِس مطلع کے بعد پانچ عدد ضمنی مطلع بھی ہیں۔

۳ صبا لکھنوی کا یہ شعر گلستانِ بے خزاں [تالیف اوائل ربیع الاوّل ۱۲۶۵ھ مطابق اواخر جنوری ۱۸۴۹ء] ص ۱۴۶ میں بھی ملتا ہے گویا صبا لکھنوی کا یہ شعر اور شاید غزل (۵۱) بھی اپنی ابتدائی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء یا اس سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔

(۵۶) ۱ صبا کی یہ غزل بھی آتش کی زمین میں ہے۔ مگر یہاں صبا اپنے استاد آتش سے زیادہ پیچھے نہیں رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استاد کی زمین میں شاگرد نے خاصی احتیاط سے قدم رکھا ہے۔ اِسی زمین میں رند اور قلق لکھنوی کی بھی غزلیں موجود ہیں۔ [کلیات آتش ص ص ۶۵ تا ۶۶، گلدستۂ عشق: رند لکھنوی طبع ۱۸۸۴ء ص ۳۱ نیز مظہرِ عشق: خواجہ اسد قلق لکھنوی۔ مطبع نول کشور کان پور طبع ستمبر ۱۹۱۱ء ص ص ۵۶ تا ۵۷]۔

۲ صبا کا یہ شعر گلستانِ بے خزاں [تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء] ص ۱۴۶ میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید صبا کی یہ غزل جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔ اِسی زمین میں رند لکھنوی کی جس غزل کا حوالہ سطور گذشتہ میں دیا گیا ہے وہ گلدستۂ عشق [تالیف اواخر ماہ رجب ۱۲۵۸ھ مطابق اگست ۱۸۴۲ء] میں موجود ہے گویا رند کی یہ ہم زمین غزل اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ثابت ہوتی ہے۔ اِسی زمین میں صبا، قلق، رند اور آتش کی غزلیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ تمام غزلیں شاید کسی طرحی مشاعرے کے موقعے پر ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں گی۔ گویا صبا لکھنوی کی زیرِ بحث غزل نمبر (۵۶) بھی شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی گئی ہوگی۔ امید ہے کہ مزید تحقیق میرے اِن معروضات کی تصدیق کر سکے گی۔

(۵۷) ۱ یہ غزل بے مقطع ہے۔

(۵۸) ۱ صبا کا یہ شعر گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں موجود ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ غزل جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کہی جا چکی

ہو گی۔

۲۔ اِس مصرعے [پھر دو بارہ طور پر بجلی گری] میں "دو بارہ" کے ساتھ لفظ "پھر" کا استعمال میرے نزدیک محلِ نظر ہے۔ یہاں مصرع یوں ہو سکتا تھا: ع

لو، دو بارہ طور پر بجلی گری

[اِس جسارت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ کاظم علی خاں]

(۶۰) ۱۔ ریاضِ لطافت (ص ص ۱۲۵ تا ۱۲۷) میں سید حسن لطافت لکھنوی کی اسی زمین میں ایک غزل ملتی ہے۔

۲۔ صبا کا یہ شعر بزمِ سخن طبع ۱۸۸۱ء (ص ۷۵) میں غلطی سے یوں درج ہو گیا ہے:

آدم سے باغِ خلد چھٹا مجھ سے کوئے یار وہ ابتدائے عشق تھی یہ انتہائے عشق

(۶۲) ۱۔ اِسی زمین میں امداد علی بحر [شاگردِ ناسخ] کی بھی ایک غزل موجود ہے [ریاض البحر۔ مطبع مصطفائی لکھنؤ (۱۲۸۵ھ) ص ۸۳]۔ صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۶۲) کی سراپا سخن تالیف ۱۸۵۲ء میں موجودگی بتاتی ہے کہ یہ غزل ۱۸۵۲ء یا اس سے قبل کا کلام ہے [سراپا سخن طبع ۱۸۶۱ء ص ص ۳۱۱ تا ۳۱۲]

(۶۳) ۱۔ یہ غزل بے مقطع ہے اور اس کے بعد دیوان میں چار اشعار پر مشتمل جو ایک اور نامکمل غزل درج ہوئی ہے اس پر کوئی نمبر نہیں مرقوم ہے۔ اِس بے نمبر اور نامکمل غزل کا مطلع یہ ہے:

ہے گرد روئے یار کے آگے دقارِ صبح ذرّہ ہے آفتاب میانِ غبارِ صبح

(۶۵) ۱۔ اِسی زمین میں رند لکھنوی کی بھی دو غزلیں گلدستۂ عشق طبع ۱۸۸۴ء ص ص ۳۸ تا ۳۹ میں موجود ہیں اور امانت لکھنوی کے فرزند لطافت لکھنوی نے بھی اِسی زمین میں تین عدد طولانی غزلیں کہی تھیں [ریاضِ لطافت ص ص ۱۴۳ تا ۱۴۷] اِس زمین میں خواجہ اسد قلق لکھنوی کی بھی ایک غزل مظہرِ عشق ص ۶۵ میں شامل ہے۔ اِن مختلف شاعروں کی غزلوں میں سے رند لکھنوی کی غزلیں گلدستۂ عشق کی تالیف اگست ۱۸۴۲ء تک کہی جا چکی ہوں گی۔ شاید رند اور صبا کی یہ ہم زمین غزلیں کسی طرحی مشاعرے کے موقعے پر ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں گی اور اِن حالات میں گمان ہوتا ہے کہ صبا کی غزل نمبر

(۶۵) شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہو۔

(۶۷) ۱؎ صبا کی غزل نمبر (۶۷) کی سراپا سخن تالیف ۱۸۵۲ء (ص ۳۳۸) میں موجودگی سے پتا چلتا ہے کہ یہ غزل ۱۸۵۲ء یا اس سے قبل کا کلام ہے۔

(۶۸) ۱؎ اس زمین میں خواجہ اسد قلق کی بھی ایک غزل ملتی ہے [مظہرِ عشق ص ص ۷۳ تا ۷۴]

۲؎ "الٹ" کی جگہ یہاں "پلٹ" زیادہ بہتر تھا۔

(۶۹) ۱؎ گلدستۂ عشق ص ۴۴ [تالیف اگست ۱۸۴۲ء] میں اسی زمین میں رند کی بھی ایک غزل ملتی ہے جو اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔ اگر رند اور صبا کی یہ ہم زمین غزلیں کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہیں تو شاید صبا کی یہ غزل بھی اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہوگی۔

۲؎ بزمِ خیال، مولفہ صفدر مرزا پوری، ہمدم برقی پریس لکھنؤ طبع پنجم ص ۱۰۷ میں اس شعر کے متعلق جو روایت ملتی ہے اس سے انکشاف ہوتا ہے کہ یہ غزل آتش کی وفات ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔ بزمِ خیال میں صبا کے اس شعر کا پہلا مصرع یوں درج ہوا ہے:

"بلبلِ کشتہ کو صیاد کفن کیا دیتا"

(۷۰) ۱؎ اس غزل کے بعض اشعار تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء میں موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا کی غزل نمبر (۷۰) اپنی ابتدائی شکل میں ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کہی جا چکی ہوگی [خوش معرکۂ زیبا، مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی ص ۴۴۹]۔

۲؎ مظہرِ عشق ص ۷۱ میں خواجہ اسد قلق لکھنوی کی بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے۔

(۷۲) ۱؎ صبا لکھنوی کا یہ شعر

[روکیں سمندِ عمر کو ہم کس مقام پر۔ کیا اختیار اس فرسِ بے لگام پر]

مرزا غالب کے مندرجہ ذیل شعر سے معنوی مماثلت رکھتا ہے: ؎

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے [نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

[دیوانِ غالب۔ مطبع صمد مجبس لکھنؤ طبع اپریل ۱۸۸۲ء ص ۳۵] غالب کی یہ غزل ۱۸۴۷ء تک کہی جا چکی تھی [بہ حوالہ دیوانِ غالب اردو نسخۂ عرشی طبع اوّل] اور اگلے حاشیے سے واضح ہوگا کہ صبا کی یہ غزل اگست ۱۸۴۲ء یا اس سے قبل کا کلام ہے۔

۲۔ اسی زمین میں رند لکھنوی کی بھی ایک غزل گلدستۂ عشق [تالیف رجب ۱۲۵۸ھ مطابق اگست ۱۸۴۲ء] ص ۴۱ میں موجود ہے۔ اگر رند و صبا کی یہ ہم زمین غزلیں کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے کی ہوں تو شاید صبا کی غزل نمبر (۷۲) بھی اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ثابت ہو سکتی ہے۔ مزید تحقیق ہی میرے معروضات کی تصدیق کر سکے گی۔

(۷۳) ۱۔ لفظ "کاٹ" کو میر انیس نے مونث مانا ہے مگر صبا لکھنوی نے اسے یہاں مذکر لکھا ہے۔ آتش، اسیر اور سودا کے اشعار لفظ "کاٹ" کے مذکر ہونے کی تائید کرتے ہیں [مہذب اللغات (جلد نہم) طبع اوّل ص ۱۸۸ نیز فرہنگ آصفیہ جلد سوم ص ۴۱۲]

۲۔ اسی زمین میں امداد علی بحر کی بھی ایک غزل موجود ہے [ریاض البحر طبع ۱۲۸۵ھ ص ۹۳]۔

(۷۴) ۱۔ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۶۱ میں لفظ "پھولا" ہی مرقوم ہے مگر غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء ص ۶۱ میں لفظ "سُھولا" درج ہے۔

۲۔ اس زمین میں بھی بحر لکھنوی کی ایک غزل ریاض البحر ص ۹۴ تا ۹۵ میں موجود ہے نیز مظہر عشق ص ۷۲ میں خواجہ اسد قلق لکھنوی کی بھی ایک غزل اسی زمین میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۷۷) ۱۔ "ڈھئی دینا" بہ معنی میزبان کی مرضی سے زیادہ ٹھہرنا، جم کے بیٹھ جانا، زبردستی رہنا۔ اردو کے اس محاورے کی سند آتش لکھنوی، رتن ناتھ سرشار اور مشتاق دہلوی کی نظم یا نثر میں مل جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۳۳۱ نیز مہذب اللغات جلد پنجم ص ۳۹۷

۲۔ اس زمین میں صبا کے علاوہ لکھنؤ کے متعدد دوسرے شاعروں کی غزلیں

بھی ملتی ہیں جن میں بہ تغیر قافیہ ناسخ کی بھی ایک غزل شامل ہے۔ ناسخ، بحر اور خواجہ قلق کی غزلوں کے لیے دیکھیے!

(الف) کلیاتِ ناسخ مطبع نول کشور طبع ۱۲۷۹ھ دیوان اوّل ص ۴۱

(ب) ریاض البحر طبع ۱۲۸۵ھ ص ۹۵

(ج) منظرِ عشق طبع ۱۹۱۱ء ص ص ۶۹ تا ۷۰

(۷۸) ۱؎ اِس غزل کے بعد ردیف "ر" میں ایک متفرق شعر اور درج ہے جس پر کوئی نمبر نہیں۔

(۷۹) ۱؎ اُردو غزل میں یہاں صبا نے یہ ایک فارسی شعر بھی شامل کیا ہے۔

۲؎ "آبشار" کو یہاں صبا نے مونث لکھا ہے۔ مہذب اللغات جلد اوّل ص ۴۹۶ میں "آبشار" کو مذکر قرار دیا گیا ہے۔ مثنوی صیدیہ میں صبا لکھنوی کا مندرجہ ذیل شعر کلام صبا میں "آبشار" کی تانیث کی تائید کرتا ہے: ؎

ہوئیں آبشاریں بہت نعرہ زن وہ موجیں ہوئیں دامِ رنج و محن

[کلیاتِ صبا۔ طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۴۶]۔

۳؎ صبا لکھنوی کے اِس شعر میں لفظ "کٹار" کو میں نے مذکر مانا ہے اور میرے نزدیک زیرِ بحث مصرعے کی صحیح شکل یہ ہے:

پڑتے ہیں ایک دل پہ ہزاروں کٹار روز

یائے معروف و مجہول میں پرانی کتابوں میں امتیاز نہ ہونے کے باعث اِس مصرعے کو یوں بھی پڑھا جا سکتا ہے:

پڑتی ہیں ایک دل پہ ہزاروں کٹار روز

مگر کٹار کو مونث ماننے پر یہاں ہزاروں کٹار کے بجائے ہزاروں کٹاریں لکھنا مناسب ہوگا۔ کٹار کو مذکر ماننے پر یہاں کٹاریں کی جگہ کٹار بے سقم رہتا ہے۔ کٹار کو دہلی میں مذکر مانا گیا ہے اور اسیر لکھنوی کے ایک شعر سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ عہدِ صبا میں کٹار کو لکھنوی شاعر بھی مذکر سمجھتے تھے [دیکھیے فرہنگِ آصفیہ جلد سوم ص ۴۷۱ نیز مہذب اللغات جلد نہم ص ۳۰۷]۔ صبا کے استاد بھائی آغا حجو شرف لکھنوی کا مندرجہ ذیل شعر بھی کٹار کو مذکر ثابت کرتا ہے: ؎

کس سینے پر پڑا ہے جو کوڑی کا ہو گیا۔ کس کے لہو میں تم نے کیا ہے کٹار سرخ [دیوانِ شرف۔ مطبع جعفری نخاس جدید لکھنؤ مطبوعہ ۲ مارچ ۱۸۹۶ء ص ۱۰۰]

اِن حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ صبا میں لکھنوی شاعروں نے بھی لفظ کٹار کو مذکر مانا ہے۔ اِن حقائق کے پیشِ نظر مہذب اللغات میں صبا لکھنوی کا مصرع یوں درج ہونا

پڑتی ہے ایک دل پہ ہزاروں کٹار روز

اور اس تحریف شدہ مصرعے سے لفظِ کٹار کی تانیث کی سند پیش کرنا محلِ نظر ہے۔ اسیر لکھنوی اور آغا حجو شرف کا کٹار کو مذکر ماننا اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لفظ عہدِ صبا میں لکھنؤ میں بھی مذکر مانا جاتا تھا حالاں کہ اب لکھنؤ میں کٹار کو مؤنث ہی بولتے ہیں۔

(۸۰) ؎ عہدِ صبا میں لکھنؤ میں "کٹار" مذکر مانا جاتا تھا لہٰذا میرے نزدیک صبا کے اِس مصرعے کی صحیح شکل یہی ہے:

"کوڑیوں کے مول بکتے ہیں کٹار اب کی برس"

اور اِس مصرعے کو "کوڑیوں کے مول بکتی ہیں کٹار اب کی برس" نہ پڑھنا چاہیے۔

(۸۲) ؎ اِسی زمین میں ناسخ کے شاگرد بحر لکھنوی کی بھی ایک غزل ملتی ہے [ریاض البحر ص ۱۰۶]

(۸۵) ؎ اِس زمین میں خواجہ اسد قلق لکھنوی کی بھی ایک غزل موجود ہے۔ [مظہرِ عشق ص ۹۰]

(۸۶) ؎ اِس غزل کے اشعار سراپا سخن [تالیف اوائل ۱۲۶۹ھ مطابق اواخر ۱۸۵۲ء] میں موجود ہیں۔ گویا صبا کی یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں ۱۸۵۲ء یا اس سے قبل کہی جا چکی ہوگی [سراپا سخن: محسن علی محسن۔ مطبع نول کشور لکھنؤ طبع ۱۸۶۱ء ص ص ۴۱ تا ۴۲]

؎ اِسی زمین میں بحر اور لطافت لکھنوی کی غزلیں بھی ملتی ہیں [دیکھیے: (۱) ریاض البحر طبع ۱۲۸۵ھ ص ۱۳ (۲) ریاضِ لطافت طبع ۱۳۰۵ھ ص ص ۱۸۹ تا ۱۹۰]

(۸۷) ۱؎ ریاض البحر ص ص ۱۱۴ تا ۱۱۵ میں بحر لکھنوی کی دو غزلیں اس زمین میں بھی ہیں
۲؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں "بڑا" کتابت کا سہو ہے۔ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء
ص ۴۷ میں "بڑا" کی جگہ "برا" درج ہے جو درست ہے۔

(۸۸) ۱؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں یہاں "ہو" کی جگہ "ہے" کتابت کا سہو ہے۔
غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء میں "ہو" ملتا ہے جو صحیح ہے۔

(۸۹) ۱؎ اس زمین میں بحر، رند اور قلق لکھنوی کی غزلیں ملتی ہیں۔ دیکھیے:
(۱) ریاض البحر ص ۱۱۶ (۲) گلدستۂ عشق ص ص ۵۱ تا ۵۲ (۳) مظہر عشق ص ص
۹۶ تا ۹۷ عجب نہیں کہ صبا، بحر، قلق اور رند کی یہ چاروں ہم زمین غزلیں
ایک ہی زمانے میں کسی طرحی مشاعرے کے لیے کہی گئی ہوں۔ رند کی غزل
کی گلدستۂ عشق [تالیف اگست ۱۸۴۲ء] میں شمولیت اسے اگست ۱۸۴۲ء
سے قبل کا کلام ثابت کرتی ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ رند کی غزل کی زمین میں
صبا کی غزل بھی اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی گئی ہو۔
۲؎ لفظ "چلبلی" اب زیادہ مستعمل نہیں۔ فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۹۷ نیز
مہذب اللغات جلد چہارم ص ۱۳۲ میں "چلبلا پن" موجود ہے۔ چلبلا کے معنی
ہیں بچوں کی سی باتیں کرنے والا اور چلبلا پن سے مراد ہے طفل مزاجی۔

(۹۰) ۱؎ صبا لکھنوی کا یہ شعر مرزا غالب کے مندرجۂ ذیل شعر سے گہری معنوی مشابہت
رکھتا ہے: ؎ پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
یہ شعر دیوانِ غالب مطبع صدر مجلس لکھنؤ طبع اپریل ۱۸۸۲ء ص ۲۹
میں موجود ہے۔ صبا اور غالب کے یہ ہم مضمون اشعار ردیف "ک" میں
ہیں اور دونوں اشعار ایک مشترک لفظ یعنی "تک" پر ختم ہوتے ہیں۔ دونوں
اشعار میں مماثلت کے یہ پہلو قابلِ غور ہیں۔ غالب کی اس غزل کے متعلق
پھان بین سے پتا چلتا ہے کہ یہ غزل ۱۸۲۱ء تک کہی جا چکی تھی [بہ حوالۂ
دیوانِ غالب اردو نسخۂ عرشی طبع ۱۹۵۸ء متن ص ۱۷۵ نیز دیباچہ ص ۱۱۵]
۲؎ صبا لکھنوی کے اس شعر سے غالب کا یہ فارسی شعر بھی مل رہا ہے: ؎

از جسم بجاں نقاب تا کے این گنج درین خراب تا کے

غالب کی یہ فارسی غزل جون ۱۸۶۱ء کے آس پاس کا کلام معلوم ہوتی ہے [باغِ دودر، غالب۔ مرتبہ وزیر الحسن عابدی۔ لاہور طبع ۱۹۷۰ء متن ص ۸۱ نیز تحقیق نامہ ص ص ۲۲۵ تا ۲۲۶]۔ غالب کی اس فارسی غزل کے متعلق کتاب خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ: کاظم علی خاں۔ کتاب نگر لکھنؤ طبع ستمبر ۱۹۸۱ء ص ۱۲۲ بھی ملاحظہ ہو۔ اگر غالب کا یہ فارسی شعر جون ۱۸۶۱ء کے آس پاس کہا گیا ہے تو یہ صبا لکھنوی متوفی ۱۳ر جون ۱۸۵۵ء کی نظر سے نہ گزرا ہوگا۔ البتہ دیوانِ صبا کا پہلا ایڈیشن غنچۂ آرزو ضرور غالب [متوفی فروری ۱۸۶۹ء] کی زندگی میں ۲ر اپریل ۱۸۵۶ء کو شائع ہو چکا تھا۔ ان قرائن کی بنیاد پر میرے نزدیک غالب نے شاید صبا لکھنوی کے اس اردو شعر سے اپنے فارسی شعر کا خیال اخذ کیا ہو۔ میرے ان معروضات کی تصدیق مزید تحقیق سے ہی ہو سکے گی۔ کاظم علی خاں

۳ لفظ "چرتر" بہ معنی چال بازی۔ عورتوں کا مکر و فریب۔ چالاکی [مہذب اللغات ج ۲ ص ۱۵۸ نیز فرہنگِ آصفیہ ج ۲ ص ۱۰۷]

۴ کڑکا، بلند آواز سے بولنا [مہذب اللغات ج ۹ ص ۳۸۶]

۵ صبا کی یہ غزل بھی بے مقطع ہے۔

(۹۱) ۱ اسی ردیف میں بہ تغیرِ قافیہ صبا کے استاد آتش کی بھی ایک غزل کلیات آتش طبع اپریل ۱۸۸۸ء ص ۹۱ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۲ عیش باغ نام ہے لکھنؤ کے ایک محلے کا۔ اسی عیش باغ کے نزدیک صبا لکھنوی گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے تھے [بہ حوالہ ڈاکٹر سلیمان حسین] جس کے نتیجے میں ۱۳ر جون ۱۸۵۵ء کو صبا نے وفات پائی تھی۔

(۹۲) ۱ "ذرہ" اب ان معنوں میں مستعمل نہیں۔ اب ان معنوں میں ذرہ کے بجائے ذرا مستعمل ہے [مہذب اللغات ج ۵ ص ۴۱۸]

۲ اسی زمین میں بحر لکھنوی کی بھی ایک غزل ہے [ریاض البحر ص ۱۱۷]

(۹۳) ۱ ہراکچوہ۔ عورتوں اور عوام کی زبان مگر اب "ہراکچو" بولا جاتا ہے۔ ہرا

کچھ = گہرا۔ ہرا رنگ [مہذب اللغات ج ۹ ص ۳۳۴]

۲ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں "گالوں" ہے لیکن غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء ص ۷۹ میں گالوں کے بجائے "باتوں" ہے مجھے "باتوں" بے محل معلوم ہوتا ہے۔

۳ بحر لکھنوی نے بھی اسی زمین میں ایک غزل کہی تھی [ریاض البحر ص ۱۱۸]

(۹۴) ۱ اسی بحر اور اسی ردیف میں بہ تغیرِ قافیہ خواجہ اسد قلق کی بھی ایک غزل مظہرِ عشق ص ص ۱۰۰ تا ۱۰۱ میں موجود ہے۔

(۹۵) ۱ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں یہاں لفظ "روز" ملتا ہے جو لفظ "زوز" کی تصحیف معلوم ہوتا ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۸۰ میں "زوز" قابلِ ترجیح ہے۔

۲ "گرد" بہ معنی گردی یا رہن۔ فرہنگِ آصفیہ ج ۲ ص ۱۴۱ میں لفظ "گرد" کی سند میں کوئی شعر نہیں۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

۳ جھومر کے ایک معنی ہیں بہت سے آدمیوں کا ایک جگہ اجتماع، جھرمٹ [فرہنگِ آصفیہ ج ۲ ص ۷۸ نیز مہذب اللغات ج ۲ ص ۸۲] صاحبِ مہذب اللغات نے ان معنوں میں لفظ جھومر کے استعمال کو اب متروک بتایا ہے۔

(۹۶) ۱ فرہنگِ آصفیہ ج ۱ ص ۴۴ میں لفظ بگاڑ کے معانی بیزد شمنی، ناچاقی دیے ہیں۔ مگر سند میں کوئی شعر نہیں دیا ہے۔ اس کمی کی تلافی صبا لکھنوی کے اس شعر سے بخوبی ہو سکتی ہے۔

۲ مہذب اللغات ج ۲ ص ۲۹۱ میں لفظ حادث کے لیے کوئی شعر سند میں نہیں۔ صبا کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

۳ مہذب اللغات ج ۲ ص ۶۲ میں "جھک پڑنا" کے معنی بے ساختہ کسی کام کی طرف متوجہ ہونا بتائے گئے ہیں اور انیس و امیر کے اشعار سند میں پیش ہوئے ہیں۔ یہاں صبا کا یہ شعر بھی شامل ہو سکتا ہے نیز یہ شعر فرہنگ آصفیہ ج ۲ ص ۱۱ کے لیے بھی مفید مطلب ہے کیوں کہ آصفیہ میں "جھک پڑنا" کی سند میں کوئی شعر نہیں پیش کیا گیا ہے۔ ان تمام مثالوں کے پیشِ نظر کلامِ صبا لغات کے لیے خاصا کارآمد ماخذ ثابت ہوتا ہے۔

(۹۷) ۱؎ اسی زمین میں بحر اور رند کی بھی غزلیں موجود ہیں [ر۔ک: (۱) ریاض البحر طبع ۱۲۸۵ھ ص ۱۲۲ (۲) گلدستۂ عشق طبع جولائی ۱۸۸۴ء ص ص ۵۷ تا ۵۸]۔
صبا کی زمین میں رند لکھنوی کے زیرِ بحث غزل گلدستۂ عشق تالیف اگست ۱۸۴۲ء میں ہے لہٰذا رند کی یہ غزل اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کسی طرحی مشاعرے کے لیے کہی گئی ہوگی۔ گمانِ غالب ہے کہ رند و صبا کی یہ ہم زمین غزلیں ایک ہی زمانے کی ہیں یعنی صبا کی زیرِ بحث غزل بھی شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہے۔

(۹۸) ۱؎ اسی زمین میں لطافت لکھنوی کی بھی ایک کامیاب غزل موجود ہے ——
[ریاضِ لطافت ص ۲۰۵]۔
۲؎ صبا کی اس غزل کے بعض اشعار اشعارِ خوش معرکۂ زیبا [تالیف ۱۸۴۶ء] میں شامل ہیں [تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا: مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی ص ص ۴۴۸ تا ۴۴۹] گویا صبا کی یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کا کلام ہے۔ اسی بحر میں بہ تغیرِ قافیہ آتش لکھنوی کی بھی ایک غزل ملتی ہے [کلیاتِ آتش ص ص ۹۵ تا ۹۶]

(۱۰۰) ۱؎ "چغد" کی جگہ "بوم" بھی آسکتا تھا۔ مہذب اللغات ۲؎ ص ۱۷۴ میں لفظ چغد کو قلیل الاستعمال بتایا گیا ہے اور سند میں طلسم ہوش ربا سے صرف ایک شعر پیش کیا گیا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ ۲؎ ص ۱۱۱ میں لفظ چغد کے لیے سند میں کوئی بھی شعر نہیں ہے۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر فرہنگِ آصفیہ کی اس کمی کی تلافی کرسکتا ہے۔
۲؎ اس زمین میں رند اور بحر کی غزلیں بھی موجود ہیں [گلدستۂ عشق ص ۶۵ نیز ریاض البحر ص ص ۱۲۴ تا ۱۲۵]۔ صبا، بحر اور رند کی یہ ہم زمین غزلیں شاید کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں گی۔
رند کی غزل گلدستۂ عشق [تالیف اگست ۱۸۴۲ء] میں ہے گویا یہ اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی گئی ہوگی۔ ان قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید صبا کی ہم زمین غزل (نمبر ۱۰۰) بھی شاید اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہو۔

(۱۰۱) ۱؎ غزل کے لیے یہ لفظ بھی اب موزوں نہیں ہے۔ فرہنگِ آصفیہ ۱؎ ص ۶۴۶ میں "تھگلی" کی سند میں کوئی شعر نہیں ملتا۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ مہذب اللغات ۳؎ ص ۳۴۰ میں اس لفظ کی سند میں شعور کا صرف ایک شعر دیا گیا ہے اس پر صبا کا یہ شعر اضافہ ثابت ہوگا۔

۲؎ صبا لکھنوی کی جن ترکیبوں پر اسیر نے اعتراضات کیے ہیں اُن میں "شاید آئی" بھی شامل ہے (بہ حوالہ شعر الہند حصہ دوم: مولانا عبدالسلام ندوی طبع ۱۹۵۴ء ص ۴)

۳؎ اس زمین میں قلق اور بحر لکھنوی نے بھی غزلیں کہی تھیں [مظہر عشق ص ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ نیز ریاض البحر ص ۱۵۸]۔

(۱۰۲) ۱؎ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء دونوں میں "پوچھتا" درج ہوا ہے۔ یہ شاید قدیم املا ہو۔ اب "پوچھتا" لکھا جاتا ہے۔

(۱۰۳) ۱؎ صبا لکھنوی کی اس غزل کو امانت لکھنوی نے مخمس کیا ہے۔ یہ مخمس گلدستۂ امانت طبع ۱۸۸۶ء ص ص ۹ تا ۱۲ میں ہے۔ گلدستۂ امانت ص ۲۸ میں اس گلدستے کے پہلے ایڈیشن کی تاریخِ اشاعت خود امانت کے قطعۂ تاریخ کے مندرجہ ذیل شعر سے ۱۲۶۹ھ برآمد ہوتی ہے:

کہتا ہے باغبانِ فطرت سرادب سے گلدستۂ امانت مطبوعِ بلبلاں ہے

۱ + ۱۲۶۸ = ۱۲۶۹ھ

گویا امانت نے ۱۲۶۹ھ یا اس سے قبل صبا لکھنوی کی زیرِ بحث غزل کو مخمس کیا ہوگا۔ اِن شواہد سے انکشاف ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۰۳) گلدستۂ امانت طبع اوّل کے سنہ اشاعت ۱۲۶۹ھ سے قبل ہی معرضِ وجود میں آچکی ہوگی۔ میرے اِن معروضات کی تصدیق مزید تحقیق ہی سے ہو سکتی ہے۔ کاظم علی خاں

(۱۰۴) ۱؎ اس زمین میں امداد علی بحر کی بھی ایک غزل ریاض البحر ص ۱۶۲ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ریاض البحر کا سالِ ترتیب ۱۲۵۲ھ مطابق ۳۷-۱۸۳۶ء ہے اور اسے رند لکھنوی [متوفی ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء] نے مرتب

کیا تھا۔ ان حالات میں بحر کی یہ غزل شاید ۱۲۵۲ھ یا زیادہ سے زیادہ ۱۲۶۸ھ تک کہی جا چکی ہوگی۔ بحر اور صبا کی دونوں ہم زمین غزلیں اگر کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں تو صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۰۴) بھی ۱۲۵۲ھ سے ۱۲۶۸ھ تک کے زمانے میں کہی گئی ہوگی۔ ریاض البحر کے سال ترتیب کے لیے ملاحظہ ہوں:

(۱) لکھنؤ کے چند نام ور شعرا جلد اوّل، ڈاکٹر سلیمان حسین طبع اول ص ۱۵۵

(۲) زبان اور قواعد: رشید حسن خاں طبع اوّل ص ۴۲۹۔

(۱۰۷) ؎ صبا نے اس شعر میں ترکی تمام کرنا محاورے کو بڑے لطف سے استعمال کیا ہے۔ غالب نے جنون کے نام اپنے ایک خط مورخہ ۸ ستمبر ۱۸۵۹ء [مشمولہ عود ہندی، مرتبہ مولانا فاضل لکھنوی لاہور طبع ۱۹۶۷ء ص ۴۰۵] میں بھی اس محاورے کو لکھا ہے:

"فارسی کیا لکھوں، یہاں ترکی تمام ہے" مہذب اللغات جلد سوم طبع اول میں "ترکی تمام کرنا یا ہونا" محاورہ موجود نہیں۔ فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۶۰۴ میں "ترکی تمام ہونا" موجود مگر "ترکی تمام کرنا" موجود نہیں۔ مہذب اللغات اور فرہنگ آصفیہ کے لیے اس سلسلے میں صبا کا زیر بحث شعر مفید طلب ہے: ؎

قہر ہے قتل عام کرتے ہیں ترک ترکی تمام کرتے ہیں

(۱۱۱) ؎ "دسترس" کو یہاں اور غزل نمبر ۱۰۴ میں بھی صبا لکھنوی نے مذکر کہا ہے حالاں کہ دہلی و لکھنؤ کے شعرا نے اسے مونث بھی لکھا ہے۔ صبا کے استاد آتش لکھنوی کے یہاں بھی "دسترس" مونث ہے (کلیات آتش طبع اپریل ۱۸۸۸ء ص ۹۹)۔ تفصیلات کے لیے مہذب اللغات جلد پنجم ص ۲۲ تا ۲۳ دیکھیے۔

(۱۱۲) ؎ اس غزل کے بعض اشعار سراپا سخن تالیف اوائل ۱۲۶۹ھ میں موجود ہیں گویا صبا کی یہ غزل اوائل ۱۲۶۹ھ (مطابق اواخر ۱۸۵۲ء) یا اس سے قبل اپنی ابتدائی شکل میں کہی جا چکی ہوگی (سراپا سخن طبع ۱۸۶۱ء ص ۲۰۴)

(۱۱۵) ؎ غالب کے یہاں "پاؤں" کا املا "پانو" ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان غالب مطبع

صدر محبس لکھنؤ طبع اپریل ۱۸۸۲ء ص ۴۴ نیز دیکھیے عود ہندی۔ مرتبہ مولانا فاضل لکھنوی ص ۴۰۹ (حاشیہ ۳)

۲ مہذب اللغات جلد نہم ص ۴۲۳ میں کسیلا بمعنی کس دار مضبوط موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں ہے۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

(۱۱۶) ۱ اردو غزل میں صبا نے یہاں یہ فارسی کا مصرع شامل کیا ہے۔ صبا کا فارسی کلام کم یاب ہے لہٰذا انتخاب میں اس شعر کو شامل کرنا افادیت سے خالی نہیں۔

(۱۱۷) ۱ چٹھیاں پڑنا کے معنی ہیں کسی چیز پر قیمت لگا کر قرعہ پڑنا (مہذب اللغات جلد چہارم ص ۱۴۹)

۲ صبا کا یہ شعر خوش معرکہ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء (ص ۴۴۸) میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائی شکل میں یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کا کلام ہے۔

(۱۱۸) ۱ صبا لکھنوی نے یہ غزل نظیر بظاہر اپنے استاد بھائی پنڈت دیا شنکر نسیم کی وفات پر کہی ہے۔ دیا شنکر نسیم کا سال وفات ۱۲۶۰ھ [مطابق ۱۸۴۴ء] عاشق لکھنوی کے مصرعۂ تاریخ "کشیدہ آہ بہ گفتا نسیم باغ جنان" [۱۲۶۰ = ۷ - ۱۲۶۷] سے مستخرج ہوتا ہے [بہ حوالہ دبستان آتش ص ۲۲۶] ان حالات میں صبا کی یہ غزل ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء کے آس پاس نسیم کی وفات کے بعد کہی گئی ہوگی۔ عطاء اللہ پالوی نے دیا شنکر نسیم کا سنہ وفات ۱۸۶۰ء/۱۲۷۶ھ لکھا ہے جو درست نہیں [اردو کے ہندو مثنوی نگار پٹنہ طبع ۱۹۸۲ء ص ۲۱۵] مظفر احمد لاری نے نسیم کا سنہ وفات ۱۲۶۰ھ ہی مانا ہے [مطالعۂ مثنوی گلزار نسیم: مظفر احمد لاری طبع ۱۹۶۶ء ص ۲۶]۔ پروفیسر گیان چند جین کا بیان ہے کہ نسیم نے ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء سے پہلے انتقال نہیں کیا [اردو مثنوی شمالی ہند میں طبع ۱۹۶۹ء ص ۴۳۴]۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے ہندو شعرا نامی پریس لکھنؤ طبع جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۱۹ میں دیا شنکر نسیم کا سنہ وفات ۱۸۶۴ء درج کیا ہے اور یہ اندراج بھی درست نہیں۔

(۱۲۰) ۱؎ تھڑجیا بہ معنی کم حوصلہ پست ہمت لیکن اب یہ متروک ہے [مہذب اللغات جلد سوم ص ۳۳۸]۔

۲؎ توڑ کے ایک معنی کمی اور قلت بھی ہیں مگر اب یہ لفظ ان معنی میں مستعمل نہیں۔ [مہذب اللغات جلد سوم ص ۳۲۴]۔

۳؎ بازاری بہ معنی عام، معمولی، بے اعتبار فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۳۵۲ میں موجود ہے مگر آصفیہ میں بازاری کی سند میں کوئی شعر نہیں۔ صبا کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

(۱۲۱) ۱؎ اسی زمین میں رند لکھنوی کا سہ غزلہ گلدستۂ عشق ص ۱۸۲ تا ۱۸۴ میں موجود ہے جو حسب الحکم پادشاہ جم جاہ واجد علی شاہ" کہا گیا تھا۔ واجد علی شاہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق شنبہ ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء سے ۲۹ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ مطابق پنج شنبہ ۷ فروری ۱۸۵۶ء تک اودھ کے حکمراں رہے تھے۔
[تواریخ اودھ جلد اول، کمال الدین حیدر۔ مطبع نول کشور کانپور طبع نومبر ۱۹۰۷ء ص ۳۸۵ نیز تواریخ اودھ جلد دوم (ناقص الطرفین) ص ص ۱۲۹ تا ۱۳۶]۔ گویا رند لکھنوی [متوفی ۱۸۵۲ء] کا یہ سہ غزلہ واجد علی شاہ کے عہدِ حکومت کے دوران منعقد ہونے والے شاید کسی طرحی مشاعرے کے لیے فروری ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء یا ۱۸۵۲ء کی درمیانی مدت میں کہا گیا ہوگا کیوں کہ ۵ فروری ۱۸۵۲ء [مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ] کے چند ماہ بعد ہی رند فوت ہو گئے تھے [لکھنؤ کے چند نامور شعرا جلد اول: ڈاکٹر سلیمان حسین طبع اول ص ص ۱۵۴ تا ۱۵۵]۔ ان قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ رند کے سہ غزلے کی زمین میں صبا کی غزل نمبر (۱۲۱) بھی شاید فروری ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء تک کا کلام ہو۔ میرے ان معروضات کی تصدیق مزید تحقیق ہی سے ہو سکتی ہے یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صبا لکھنوی کو واجد علی شاہ کے دربار سے دو سو روپے ماہوار کا وظیفہ ملتا تھا اور وہ شاہی مشاعروں میں شریک ہوتے ہوں گے۔

(۱۲۳) ۱؎ اس شعر میں بلبل کو مذکر لکھا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں "سوائے

خار و خس کے" محلِ نظر ہے۔ یہاں "سوائے خار و خس اب اور کیا ہے آشیانے میں" بھی ہو سکتا ہے۔

(۱۲۴) ؎ "پھول پیتے" کے معنی شراب پیتے ہیں [مہذب اللغات ج ۳ ص ۱۵۴]۔

؎ اسی زمین میں مظہرِ عشق ص ص ۱۱۳ تا ۱۱۴ میں خواجہ اسد قلق لکھنوی کی بھی ایک غزل ہے۔ واجد علی شاہ نے لکھنؤ کے مشہور علاقے قیصر باغ میں عمارتوں کی تعمیر ۱۸۴۸ء میں شروع کی تھی اور اس کام کی تکمیل ۱۸۵۰ء میں ہوئی تھی [بہ حوالۂ ہندی کتاب "واجد علی شاہ اور اودھ راج کا پتن"، پریم ناتھ ورما۔ سوچنا و بھاگ یو۔ پی لکھنؤ طبع ۱۹۵۹ء ص ۶۵] قیصر باغ لکھنؤ میں سہ شنبہ ۱۹ جولائی ۱۸۵۳ء [۱۱ شوال ۱۲۶۹ھ] کو ایک عوامی میلے کی بنیاد ڈالی گئی اور اس طرح یہ علاقہ لکھنؤ میں تفریحی مرکز بن گیا [بہ حوالہ فسانۂ عبرت: رجب علی بیگ سرور۔ مرتبہ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب۔ کتاب نگر لکھنؤ طبع دسمبر ۱۹۵۷ء ص ۱۰۲]۔ ان حالات کے پیشِ نظر اندازہ ہوتا ہے کہ شاید قیصر باغ لکھنؤ کی تعریف میں صبا لکھنوی کی یہ غزل ۱۹ جولائی ۱۸۵۳ء کے آس پاس کہی گئی ہو۔ واجد علی شاہ کے دربار سے وظیفہ پانے کے باعث بادشاہ کے تعمیر کردہ قیصر باغ کی تعریف میں صبا کی یہ غزل خصوصی مطالعے کی مستحق ہے۔

(۱۲۵) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۱۰۳ میں یہاں غلطی سے (۱۲۵) کی جگہ (۱۴۵) درج ہو گیا ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اول اس غلطی سے پاک ہے۔

(۱۲۶) ؎ رند کے مجموعۂ کلام گلدستۂ عشق طبع ۱۸۸۴ء میں دو دیوان ہیں۔ پہلا دیوان گلدستۂ عشق اواخر رجب ۱۲۵۸ھ مطابق اگست ۱۸۴۲ء میں مرتب ہوا تھا۔ دوسرے دیوان میں اگست ۱۸۴۲ء کے بعد کا کلام ہوگا۔ رند کے اس دوسرے دیوان میں صبا لکھنوی کی زیرِ بحث غزل کی زمین میں تین غزلیں موجود ہیں۔ رند کے اس سہ غزلے کے عنوان سے انکشاف ہوتا ہے کہ یہ سہ غزلہ آتش کی فرمائش پر مشاعرۂ سراج الدولہ کے لیے کہا گیا تھا [دیوانِ رند ص ص ۱۸۰ تا ۱۸۲]۔ آتش ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء کو فوت ہوئے تھے۔ گویا رند کا یہ سہ غزلہ ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہا گیا تھا اور چوں کہ یہ سہ غزلہ رند کے دیوانِ دوم میں ہے

لہٰذا یہ اگست ۱۸۴۲ء کے بعد کا کلام ہوگا۔ ان قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ سراج الدولہ کے مشاعرے کے لیے رند کا یہ سہ غزلہ اگست ۱۸۴۲ء کے بعد مگر ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہا گیا ہوگا۔ رند کے اس سہ غزلے کی زمین میں صبا لکھنوی کی غزل نمبر (۱۲۶) بھی اگر اس مشاعرے کے لیے کہی گئی تھی تو شاید یہ بھی ستمبر ۱۸۴۲ء سے ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء تک کی درمیانی مدت میں معرضِ وجود میں آئی ہوگی۔ اسی زمین میں بحر لکھنوی کے دیوان ریاض البحر طبع ۱۲۸۵ھ ص ص ۱۳۷ تا ۱۳۸ میں بھی ایک دو غزلہ شامل ہے جو شاید اسی طرحی مشاعرے کے لیے کہا گیا ہوگا۔ ریاض البحر کو رند لکھنوی نے ۱۲۵۲ھ [مطابق ۳۷-۱۸۳۶ء] میں مرتب کیا تھا مگر اس کی اشاعت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی تھی۔ لہٰذا ریاض البحر میں ۱۲۵۲ھ کے بعد کی بھی غزلوں کا شامل ہونا خارج از امکان نہیں اور شاید رند و صبا کی زمین میں بحر لکھنوی کا محولۂ بالا دو غزلہ بھی رجب ۱۲۵۸ھ [اگست ۱۸۴۲ء] کے بعد مگر ۲۵ محرم ۱۲۶۳ھ [مطابق ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء] سے قبل کا کلام ہو۔ میں اپنے ان معروضات پر مزید تحقیق کی ضرورت سے انکار نہیں کرتا۔ کاظم علی خاں

(۱۲۷) ؎ اسی زمین میں خواجہ اسد قلق کی بھی ایک غزل مظہر عشق ص ۱۳۰ میں موجود ہے۔

(۱۲۸) ؎ فرہنگ آصفیہ جلد اول ص ۲۴۷ میں لفظ اندھیری بہ معنی تاریکی موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر یہاں مفید مطلب ثابت ہوگا۔

(۱۲۹) ؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء میں اس غزل پر نہ تو اس کا نمبر درج ہے اور نہ تعداد اشعار لکھی ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء اس سقم سے پاک ہے۔

(۱۳۳) ؎ لفظ "بدھ" پر زبان اور قواعد: رشید حسن خاں طبع اول ص ص ۳۵۴ تا ۳۵۶ میں مفید گفتگو دیکھی جا سکتی ہے۔ صبا کی اس غزل کی سراپا سخن تالیف اواخر ۱۸۵۲ء میں موجودگی سے پتا چلتا ہے کہ یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں اواخر ۱۸۵۲ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی [سراپا سخن طبع ۱۸۶۱ء ص ۲۹۴]۔

۲؎ اس مضمون کو میر تقی میر نے اپنی مختلف غزلوں میں بار بار پیش کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو غزلیاتِ میر کا تنقیدی جائزہ: کاظم علی خاں۔ اردو پبلشرز لکھنؤ [طبع دوم] ص ۶۵۔

(۱۳۴) ۱؎ اس زمین کو جگر مراد آبادی نے خوب سرسبز کیا ہے [کلیاتِ جگر لبرٹی پبلشرز حیدر آباد ص ص ۴۸ تا ۴۹]۔

(۱۳۶) ۱؎ یہ غزل بے مقطع ہے۔

(۱۳۷) ۱؎ یہ غزل بھی مقطعے سے محروم ہے۔

۲؎ اسی زمین میں بحر لکھنوی کی دو غزلیں ملتی ہیں [ریاض البحر ص ۱۵۱]

۳؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں یہاں "لال" تھا مگر طبع اول میں "لعل" قابلِ ترجیح ہے۔ کلیاتِ صبا۔ نامی پریس لکھنؤ طبع فروری ۱۹۰۹ء ص ۴۷ میں بھی غلطی سے یہاں "لال" مرقوم ہو گیا ہے جو غنچۂ آرزو طبع اول کے خلاف ہے۔

۴؎ اس غزل کے بعد ردیف نون میں ایک بے نمبر غزل کے تین شعر درج ہیں اور ان تین اشعار کے بعد یہ ایک بیت بھی بے نمبر مرقوم ہوئی ہے۔ ؎

رہِ دیر و حرم کی منزلت بے راہ سمجھے ہیں خدا جانے کسے یہ نا سمجھ اللہ سمجھے ہیں

اس بیت کے بعد ردیف "واو" کی غزلیں ہیں۔

(۱۳۹) ۱؎ اس زمین میں خواجہ اسد قلق لکھنوی اور امداد علی بحر لکھنوی کی بھی غزلیں ملتی ہیں دیکھیے: (۱) مظہرِ عشق: قلق لکھنوی ص ص ۱۳۳ تا ۱۳۴ (۲) ریاض البحر مطبع مصطفائی لکھنؤ طبع ۱۲۸۵ھ [مطابق ۶۹-۱۸۶۸ء] ص ۱۶۷۔ بحر لکھنوی کا مقطع یہ ہے: ؎

بحر آقا کی جدائی سے تڑپتا ہے غلام کربلا یاد آئی جب دیکھا حسین آباد کو

لکھنؤ میں حسین آباد کے مشہور عزاخانے کی بنیاد ۱۲۵۳ھ میں محمد علی شاہ کے عہدِ حکومت میں رکھی گئی تھی [تلخیص تاریخ اودھ حصہ دوم: مؤلفہ نجم الغنی خاں۔ تلخیص از ڈاکٹر

ذکی کا کوردی نظامی پریس لکھنؤ طبع ۱۹۷۹ء ص ۴۸۲]۔ ان حقائق کے پیشِ نظر امداد علی بحر کی مذکورہ غزل حسین آباد کی تعمیر ۱۲۵۳ھ کے بعد ہی کہی گئی ہوگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ریاض البحر میں اپنی ترتیب ۱۲۵۲ھ کے بعد کا کلام بھی شامل ہے۔ بحر، قلق اور صبا لکھنوی کی تینوں ہم زمین غزلیں عجب نہیں کہ کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے میں کہی گئی ہوں۔ چوں کہ بحر کی غزل ۱۲۵۳ھ کے بعد کا کلام ہے لہٰذا صبا کی غزل بھی شاید ۱۲۵۳ھ کے بعد ہی کا کلام ہو۔

(۱۴۰) ؎ "بانبی" (نون غنہ کے ساتھ) بہ معنی سانپ کا بل [مہذب اللغات ج ۱ ص ۱۲۴]۔ فرہنگِ آصفیہ (ج ۱) ص ۳۵۸ میں "بانبی" موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں ہے صبا کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

(۱۴۱) ؎ اسی زمین میں رند لکھنوی کے دیوان گلدستۂ عشق (تالیف اگست ۱۸۴۲ء) ص ص ۷۶ تا ۷۷ میں ایک طولانی غزل ملتی ہے جو اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کہی گئی ہوگی۔ رند و صبا کی یہ دونوں ہم زمین غزلیں اگر کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی زمانے کی ہیں تو صبا کی یہ غزل بھی اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہو سکتی ہے۔

(۱۴۴) ؎ صبا کے اس شعر سے غالب کا درجِ ذیل شعر مل رہا ہے: ؎

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا　　اور درویش کی دعا کیا ہے

(دیوانِ غالب۔ مطبع صدر مجلس لکھنؤ طبع اپریل ۱۸۸۲ء ص ۵۷) غالب کی یہ غزل ۱۸۴۷ء تک کہی جا چکی تھی [بہ حوالہ مولانا امتیاز علی عرشی]۔

(۱۴۵) ؎ صبا کی اس غزل کے بعض اشعار تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء میں موجود ہیں گویا یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔

[تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا لکھنؤ طبع ۱۹۷۱ء ص ص ۴۴۷ تا ۴۴۸]

(۱۴۹) ۱؎ "کدر" بہ معنی تیرگی، کدورت، دل کا غبار، عربی تعلیم یافتہ طبقے کی زبان۔
قلیل الاستعمال [مہذب اللغات ج ۹ ص ۳۴۹]

۲؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۲۵ میں لفظ "کو" کی جگہ "میں" ہے۔
غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۲۵ میں لفظ "کو" ملتا ہے جسے ترجیح دی گئی ہے۔

۳؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء میں یہ مصرع یوں ہی ملتا ہے لیکن غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء میں اس مصرعے کی شکل یہ ہے: ع "اللہ رے شوق، منزلِ مقصد کا اے صبا"
اس مصرعے کے لیے یہاں میں نے طبع ۱۸۷۷ء کے متن کو ترجیح دی ہے۔

(۱۵۵) ۱؎ صبا کے اس شعر میں خار، بیاباں، تار اور گریباں کو دیکھ کر ناسخ کا یہ شعر یاد آتا ہے:
میرے ہاتھوں نے گریباں کے کیے تار پسند میرے پاؤں نے بیاباں کے کیے خار پسند
[کلیاتِ ناسخ دیوانِ دوم۔ مطبع نول کشور طبع ۱۲۷۹ھ ص ۵۹]

۲؎ صبا کا یہ شعر رند لکھنوی کے اس شعر سے قابلِ غور مماثلت رکھتا ہے:
جنوں اب اور بتا کوئی شغلِ بے کاری اڑا چکا ہوں گریباں کی دھجیاں کب کا
[گلدستۂ عشق: رند لکھنوی طبع جولائی ۱۸۸۴ء ص ۴]۔

(۱۵۶) ۱؎ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء نیز طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۳۱ میں اس لفظ کا قدیم املا "طیاری" ملتا ہے اور اس کے معنی ہیں وہ فربہی جو ورزش سے ہو۔ اب اس لفظ کا املا "تیاری" ہے [مہذب اللغات ج ۷ ص ۵۶۴]۔ کلیاتِ صبا۔ مطبع نامی لکھنؤ طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۸۵ میں یہ لفظ رائج املا کے بموجب "تیاری" ملتا ہے۔

۲؎ تذکرۂ نادر ص ۹۶ میں یہاں لفظ "یہ" کی جگہ لفظ "پہ" مرقوم ہے جو درست نہیں۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء، غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ۱۳۱ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۸۵ میں یہاں لفظ "یہ" ہی درج ملتا ہے۔
تذکرۂ نادر میں اس غزل کے پانچ اشعار شامل ہیں۔

۳ تذکرۂ نادر ص ۹۶ میں یہ مصرع یوں ملتا ہے: ع

"چاہیے جو عشقِ حقیقی نہ بتوں کو دل دیے"

لیکن غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء، طبع ۱۸۷۷ء نیز کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۸۵ میں یہ مصرع اپنی صحیح شکل میں یوں ملتا ہے: ع

"چاہیے عشقِ حقیقی، نہ بتوں کو دل دے"

(۱۵۹) ۱ اس غزل کے بعض اشعار تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء میں موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صبا کی یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کہی جا چکی ہوگی [تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا لکھنؤ طبع ۱۹۷۱ء ص ص ۴۴۶ تا ۴۴۷]

(۱۶۰) ۱ "پوٹ" بہ معنی گٹھری۔ مہذب اللغات ۳ ص ۱۱۳

(۱۶۱) ۱ "عور" بہ معنی ننگا، عریاں، برہنہ۔ عربی قلیل الاستعمال [مہذب اللغات ۷ ص ۲۱۸]

(۱۶۳) ۱ "گڑوا" بہ معنی سرسوں کے پھولوں وغیرہ کا وہ گلدستہ جسے لوگ بسنت میں گاتے ہوئے مندروں یا مزاروں پر چڑھانے کے لیے لے جاتے ہیں [فرہنگِ آصفیہ ۲ ص ۴۷]۔ فرہنگِ آصفیہ میں اس لفظ کے لیے بہ طور سند کوئی شعر نہیں۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کرتا ہے۔

(۱۶۵) ۱ اسی زمین میں رند لکھنوی کی ایک مشہور غزل گلدستۂ عشق تالیف اگست ۱۸۴۲ء ص ۱۳۹ میں موجود ہے گویا رند کی یہ غزل اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ہے۔ رند و صبا کی یہ دونوں ہم زمین غزلیں اگر کسی طرحی مشاعرے کے لیے ایک ہی

زمانے کی ہوں تو صبا کی یہ غزل بھی اگست ۱۸۴۲ء سے قبل کا کلام ثابت ہو سکتی ہے۔

(۱۶۷) ۱؎ صبا کے اس شعر پر بھی انسخ نے اعتراض کیا تھا کہ پے گلگشت ہو جانا نیا محاورہ ہے [بحوالہ شعر الہند ۲؎ : عبدالسلام ندوی طبع ۱۹۵۴ء ص ۴۱]

۲؎ فرہنگ آصفیہ ۱؎ ص ۳۶۴ میں "بنگ" موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں ہے۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس جگہ مفید مطلب ہے۔ مہذب اللغات جلد دوم طبع نومبر ۱۹۷۹ء ص ۲۳۳ میں اس لفظ کی سند میں زند کا ایک شعر درج ہوا ہے۔ یہاں بھی صبا لکھنوی کا یہ شعر اضافہ ثابت ہوگا۔

۳؎ تذکرہ بزم سخن طبع ۱۸۸۱ء ص ۷۵ میں صبا کا یہ شعر یوں درج ملتا ہے:

تجربہ دونوں کی جاں بازیوں کا کردم قتل ۔ امتحاں غیر کا میرا سر میداں ہو جائے

مگر غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء ص ۱۴۰، غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۱۴۰ نیز کلیات صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۹۱ میں اس شعر کی وہی شکل ہے جو انتخاب صبا میں پیش کی گئی ہے۔

(۱۶۸) ۱؎ فرہنگ آصفیہ ۲؎ ص ۱۱۱ میں لفظ "چقّر" موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں۔ صبا کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کرے گا۔ مہذب اللغات ۲؎ ص ۱۷۵ میں چقّر بہ معنی "پانی سے بھرا ہوا گڑھا" موجود اور سند میں دولت رائے شوق کا ایک شعر بھی دیا گیا ہے۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر یہاں بھی شامل ہو سکتا ہے۔

(۱۶۹) ۱؎ یہاں "اندھیرے قبر کے دکھلائے جیتے جی مجھ کو" بھی پڑھا جا سکتا تھا لیکن کلام صبا لکھنوی میں لفظ "اندھیری" کی موجودگی کے پیش نظر یہاں ہم نے "اندھیری" مانا ہے۔ صبا کا ایک شعر ہے:

تجھ سے بہتر ہے اندھیری قبر کی ۔ اے شب غم خاک تو اچھی نہیں

[غنچۂ آرزو ص ۱۷]

کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۹۲ میں بھی لفظ "اندھیری" ہماری تائید کرتا ہے۔

(۱۷۰) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء میں اِس غزل پر نہ تو نمبر درج ہے اور نہ تعدادِ اشعار۔ دوسری غزلوں میں یہ التزام موجود ہے۔

(۱۷۲) ؎ صبا لکھنوی کی اِس غزل کو سیّد محمد ہاشم نے مخمس کیا ہے۔ دیکھیے تاریخ آئینۂ جمال سیّد محمد ہاشم۔ اسرار کریمی پریس الہ آباد طبع ۱۹۳۳ء ص ص ۱۱۲ تا ۱۱۵

(۱۷۳) ؎ یہ مطلع گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں موجود ہے گویا یہ غزل جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کا کلام ہے۔

(۱۷۴) ؎ مشاطۂ سخن ص ۲۸ سے انکشاف ہوتا ہے کہ اِس غزل کے مقطعے پر آتش لکھنوی نے اصلاح دی تھی۔ گویا صبا کی یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں آتش کی وفات چہار شنبہ ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔

(۱۷۵) ؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۴۶ میں کاتب نے غلطی سے اشعار کی تعداد ۳۵ لکھ دی ہے لیکن اشعار کی صحیح تعداد ۱۵ ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۴۶ میں اِس غزل پر نہ تو نمبر پڑا ہے اور نہ تعدادِ اشعار درج ملتی ہے۔

؎ یہ مطلع گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں موجود ہے گویا یہ مطلع مع غزل اپنی ابتدائی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کا کلام ہوگا۔

؎ "بیگاری" کے ایک معنی ہیں وہ شخص جس سے بغیر اجرت کام لیا جائے۔ [مہذب اللغات ج ۲ طبع ۱۹۷۸ء ص ۴۵۷]

؎ یہ غزل بے مقطع ہے۔

(۱۷۶) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۱۴۷ میں یہاں "عندلیب" تھا لیکن غنچۂ آرزو

طبع ۱۸۵۶ء ص ۱۴۷ نیز کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۹۵ میں یہاں "عندلیب" ملتا ہے جو درست ہے۔ بعض لغات "عندلیپ" کو غلط قرار دیتے ہیں [بہ حوالہ مہذب اللغات جلد ہشتم ص ۲۱۲]

(۱۷۷) ۱؎ گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں اس غزل کے مطلع کی موجودگی اسے جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کا کلام بتاتی ہے۔

(۱۷۹) ۱؎ صبا لکھنوی کے اس شعر کو پڑھ کر جعفر علی خاں اثر لکھنوی کا یہ شعر یاد آتا ہے: ؎

"مدتیں گزری ہیں شغلِ مے کشی چھوٹے ہوئے ۔ وہ پڑے ہیں طاق پر جام و سبو ٹوٹے ہوئے"

[بہ حوالہ رہ نمائے بیت بازی، مرتبہ کاظم علی خاں۔ نامی پریس لکھنؤ طبع جولائی ۱۹۸۲ء ص ۳۲۷]

۲؎ یہ شعر بھی گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غزل بھی اپنی ابتدائی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔

(۱۸۰) ۱؎ تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء ص ۴۴۸ میں اس غزل کے پہلے اور دوسرے شعر کی موجودگی اس غزل کو ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کا کلام ثابت کر رہی ہے۔

۲؎ اب اس لفظ کو "تپش" لکھتے ہیں۔ مگر پرانے زمانے میں "طپش" بھی لکھا جاتا تھا۔ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء ص ۱۵۰، غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۱۵۰ نیز کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۹۸ میں قدیم املا میں "طپش" ہی ملتا ہے۔

۳؎ مہذب اللغات جلد دوم میں "بغل" مذکر ہے۔ مگر صبا کے یہاں یہ مونث ہے: ؎

بیتابیِ دل نے بغلِ گور جھکائی (غنچۂ آرزو ص ۳۵)

کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۹۸ میں "میری بغل" ملتا ہے۔

(۱۸۳) ۱؎ صبا کے اس شعر سے سبحہ کی تانیث ثابت ہو رہی ہے ناسخ نے بھی اسے بہ طور مونث باندھا ہے مگر اسیر و جلال نے سبحہ کو مذکر لکھا ہے۔ [فرہنگ آصفیہ ۳ ص ۲۳ نیز مہذب اللغات ۶ ص ۳۳۶]

(۱۸۵) ۱؎ یہ شعر گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں موجود ہے لہٰذا یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کا کلام معلوم ہوتی ہے۔

(۱۸۶) ۱؎ گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں اس شعر کی موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غزل بھی کسی نہ کسی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔

۲؎ "اُلیچنا" کے معنی کسی جگہ سے پانی نکالنا ہیں۔ اب یہ لفظ متروک ہے اور اس کی جگہ "اُلچنا" بولا جاتا ہے۔ [مہذب اللغات جلد اوّل طبع دوم ص ۳۳۷]

(۱۸۸) ۱؎ تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء ص ۴۴۸ میں اس غزل کے پہلے اور دوسرے شعر کی موجودگی سے ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کا کلام بتا رہی ہے۔ اس غزل کا تیسرا شعر تذکرۂ گلستانِ بے خزاں تالیف جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں بھی ملتا ہے۔

۲؎ "نال" کے ایک معنی ہیں پتھر یا لکڑی کا بنا ہوا کُنڈا جسے پہلوان اٹھاتے ہیں [فرہنگِ آصفیہ ۲ ص ۵۳۴]

(۱۸۹) ۱؎ تذکرۂ گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں اس شعر کی موجودگی سے گمان ہوتا ہے کہ یہ غزل کسی نہ کسی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کہی جا چکی ہوگی۔ صبا لکھنوی کے دیوان کا تاریخی نام غنچۂ آرزو

شاید اسی شعر سے ماخوذ ہو جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتا ہے جو دیوان کے پہلے ایڈیشن کا سالِ انطباع ہے۔ "غنچۂ آرزو" کی ترکیب صبا نے اپنی مثنوی کے اس مصرعے میں بھی رکھی ہے "شگفتہ ہوا غنچۂ آرزو" ——

[کلیاتِ صبا ص ۱۵۱]

(۱۹۰) ۱ے یہ شعر گلستانِ بے خزاں ص ۱۴۶ میں موجود ہے۔

۲ے اس غزل کے چار اشعار تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء ص ۴۴۶ میں موجود ہیں گویا یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل کا کلام ہو سکتی ہے۔

(۱۹۶) ۱ے مشاطۂ سخن: صفدر منیر پوری ص ص ۲۷ تا ۲۸ سے پتا چلتا ہے کہ صبا کی اس غزل کے بعض اشعار پر آتش لکھنوی نے اصلاح دی تھی۔ گویا یہ غزل آتش کی وفات ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء سے قبل ہی کہی جا چکی ہوگی۔ اس نظریے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا تالیف ۱۸۴۶ء ص ۴۴۷ میں بھی اس غزل کے متعدد اشعار موجود ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صبا لکھنوی کی یہ غزل ۱۸۴۶ء یا اس سے قبل آتش کی زندگی میں کہی جا چکی ہوگی۔

(۱۹۷) ۱ے مہذب اللغات جلد سوم طبع اوّل ص ۳۲ میں صبا کے اس شعر کو بحر سے منسوب کیا جانا محلِ نظر ہے۔ "پیٹتی" کے معنی ہیں دشمنی، عداوت، لاگ ڈانٹ لفظ "پیٹتی" فرہنگِ آصفیہ جلد اوّل میں موجود نہیں۔

(۱۹۸) ۱ے غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں یہ غزل بے نمبر ہے مگر طبع اول اس خامی سے پاک ہے۔

(۱۹۹) ۱ے گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں اس شعر کی موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ غزل جنوری ۱۸۴۹ء سے قبل کی تخلیق ہوگی۔

(۲۰۰) ؎ یہ لفظ فرہنگِ آصفیہ ج ۲ ص ۱۳۶ میں بہ شکل "گھمنڈنا" و بہ معنی ابر چھانا یا بادل گھرنا موجود ہے مگر سند میں کوئی شعر نہیں۔ صبا لکھنوی کا یہ شعر اس کمی کی تلافی کر سکتا ہے۔

(۲۰۱) ؎ گلستانِ بے خزاں تالیف اواخر جنوری ۱۸۴۹ء ص ۱۴۶ میں اس مقطعے کی موجودگی بتاتی ہے کہ یہ غزل اپنی ابتدائی شکل میں جنوری ۱۸۴۹ء یا اس سے قبل کا کلام ہے۔

(۲۰۲) ؎ یہاں غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء نیز طبع ۱۸۵۶ء ص ۱۷۱ میں تعدادِ اشعار غلطی سے ۳۸ درج ہو گئی ہے جسے ۲۸ ہونا چاہیے۔

(۲۰۳) ؎ حور عین بہ معنی بڑی بڑی آنکھوں، سیاہ بالوں اور سفید رنگ والی عورتیں [مہذب اللغات ج ۲ ص ۳۴۶]

(۲۰۹) ؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء میں یہاں "پیچ" کتابت کا سہو ہے۔ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء میں "پیچ" قابلِ ترجیح ہے۔ کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۱۱۵ میں "پینچ" درج ملتا ہے۔ مہذب اللغات ج ۳ ص ۱۷۶ میں "پیچ" اور "پینچ" دونوں موجود ہیں مگر قولِ فیصل میں بتایا گیا ہے کہ لکھنؤ میں بالعموم "پینچ" بولتے ہیں۔

۲؎ غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء ص ۱۷۷، غنچۂ آرزو طبع ۱۸۷۷ء ص ۱۷۷ نیز کلیاتِ صبا طبع ۱۸۹۰ء ص ۱۱۵ میں "کمّل" ہی درج ہے۔ اب "کمبل" لکھتے ہیں۔

(۲۱۰) ؎ "تھا" کذا؟ "تھی"

(۲۱۳) ؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۸۰ میں "راہ بر" غلط ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۸۰ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۱۷ میں "راہ پر" درست ہے۔

(۲۱۶) ۱؎ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء نیز طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۸۴ میں یہاں کتابت کے سہو سے "ہی" کی جگہ "ہیں" مرقوم ہے۔ کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۱۹ میں "ہی" درست ہے۔

(۲۱۷) ۱؎ یہ شعر لانماً صبا نے اپنے استاد آتش کی وفات ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء کے بعد کہا ہے اور شاید یہ غزل بھی ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء کے بعد کا کلام ہو۔

(۲۱۸) ۱؎ یہاں "تری قامت" کے بجائے "ترے قامت" بھی پڑھا جا سکتا تھا لیکن صبا لکھنوی کے مندرجہ ذیل شعر سے قامت کی تانیث ثابت ہوتی ہے اسی لیے ہم نے انتخاب صبا میں "تری قامت" کو ترجیح دی ہے ۱؎

مر گئے پر جو مجھے یاد وہ قامت آئی
ناز کرتی ہوئی مرقد پہ قیامت آئی

[غنچۂ آرزو ص ۱۹۱]

ہمارے اس نظریے کی تائید کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۱ سے بھی ہو جاتی ہے جہاں "تری قامت" ہی مرقوم ملتا ہے۔

۲؎ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء میں مقطع کا دوسرا مصرع اسی طرح درج ملتا ہے جسے انتخابِ صبا میں ہم نے ترجیح دی ہے لیکن غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۸۷ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۱ میں یہ مصرع یوں ملتا ہے ۱؎

رونے کے سوا اور ہمیں کچھ کام نہیں ہے

(۲۲۰) ۱؎ غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء میں یہ غزل نمبر اور تعدادِ اشعار

کے اندراج سے محروم ملتی ہے۔ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۵۶ ۱۸ء
ص ۱۸۷ اس فروگزاشت سے پاک ہے۔
۲ یہ شعر صبا کے ترجمے میں تذکرۂ طورِ کلیم طبع ۱۲۹۸ھ فروغ اوّل
ص ۶۳ میں بھی موجود ہے۔
(۲۲۴) ۱ یہ غزل بے مقطع ہے۔
(۲۲۵) ۱ یہ غزل بھی مقطع سے محروم ہے۔
(۲۲۶) ۱ یہ مصرع کلامِ صبا میں قامت کی تانیث کے لیے سند فراہم کر رہا ہے۔
۲ یہ غزل بھی مقطع کی حامل نہیں۔
(۲۲۷) ۱ اس غزل میں بھی مقطع موجود نہیں۔ اس غزل کے بعد ردیف ے میں بعض نامکمل غزلوں کے تیرہ اشعار بھی شامل دیوان (ص ص ۱۹۱ تا ۱۹۲) ہیں مگر اُن پر نمبر درج نہیں ہیں۔ ردیف ے کے ان تیرہ اشعار کے بعد ردیف الف کے بھی تین شعر ملتے ہیں جن پر غزلیات کا اختتام ہوتا ہے۔ غزلوں کے بعد غنچۂ آرزو طبع ۱۸۵۶ء نیز طبع ۱۸۷۷ء (ص ص ۱۹۲ تا ۱۹۳) میں صبا کی تین اردو رباعیاں ہیں۔ ان رباعیوں کے بعد دیوان (ص ۱۹۳) میں صبا کے چار قطعاتِ تاریخ بھی ہیں جن میں سے ابتدائی تین فارسی میں ہیں اور آخری قطعۂ تاریخ اردو میں ہے۔ صبا کے ان قطعاتِ تاریخ کے بعد وفاتِ صبا پر مختلف شاعروں کی تاریخیں ملتی ہیں۔
قطعہ (۱) ۱ غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۹۳، غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۹۳ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء

ص ۱۲۵ میں یہاں ۱۸۵۸ء درج ملتا ہے جو غلطِ محض ہے کیوں کہ صبا [متوفی ۱۳ رجون ۱۸۵۵ء] ۱۸۵۸ء میں زندہ ہی نہ تھے۔ شمارِ جمل کی رُو سے ہمارے نزدیک اِس مصرعے سے ۱۸۵۲ء مستخرج ہوتا ہے جسے ہم نے انتخابِ صبا میں درج کیا ہے۔

قطعہ (۲) ۱ے غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۹۳، غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۹۳ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۵ میں ۱۲۶۵ھ مرقوم ہے جو درست نہیں۔ "خانۂ خدا آباد" سے ۱۲۶۸ھ برآمد ہوتا ہے لیکن "آ" کے دو عدد ماننے پر ۱۲۶۹ھ بھی ہوسکتا ہے۔

قطعہ (۳) ۱ے غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۹۳ میں یہاں غلطی سے لفظ "او" ندارد۔ مگر غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۹۳ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۵ میں لفظ "او" موجود ہے۔

۲ے غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۹۳، غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۹۳ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۶ میں یہاں صرف ۱۲۶۷ھ درج ہے جو محلِ نظر ہے کیوں کہ قطعے کے تیسرے مصرعے میں ایک عدد کے تعمیے کا اشارہ ہے جسے ۱۲۶۷ھ میں جوڑنے پر صحیح سنہ ۱۲۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ دیوان میں صبا کے قطعاتِ تاریخ سے سنہ برآمد کرنے میں یہ تسامحات دیوان مرتب کرنے والے کی کوتاہی کے غمّاز ہیں۔

قطعہ (۴) ۱ے غنچۂ آرزو طبع اپریل ۱۸۵۶ء ص ۱۹۳ میں ۱۲۶۸ھ موجود ہے لیکن غنچۂ آرزو طبع فروری ۱۸۷۷ء ص ۱۹۳ نیز کلیاتِ صبا طبع فروری ۱۸۹۰ء ص ۱۲۶ میں سنہ ندارد۔

اتر پردیش اردو اکادمی

کے زیر اہتمام شائع ہونے والے نثر و نظم کا انتخاب

انتخاب صبا

مرتبہ

کاظم علی خاں

انتخاب مصحفی

مرتبہ

ڈاکٹر سلیمان حسین

انتخاب علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ

مرتبہ

ڈاکٹر اصغر عباس

ملنے کا پتا

سکریٹری

اتر پردیش اردو اکادمی، قیصر باغ، لکھنؤ

اتر پردیش اردو اکادمی کی تازہ پیش کش

عروسِ جمن لباس حریر میں

یعنی

نصاب کی بنیادی کتابوں کے عکسی ایڈیشن کم قیمت پر

دستیاب ہیں

مقدمۂ شعر و شاعری

قیمت صرف پانچ روپے

آبِ حیات

قیمت صرف نو روپے

کلیات نعت محسنؔ کاکوروی

قیمت صرف بارہ روپے

آپ کی فرمایش کے ہم منتظر ہیں

سکریٹری، اتر پردیش اردو اکادمی، قیصر باغ، لکھنؤ